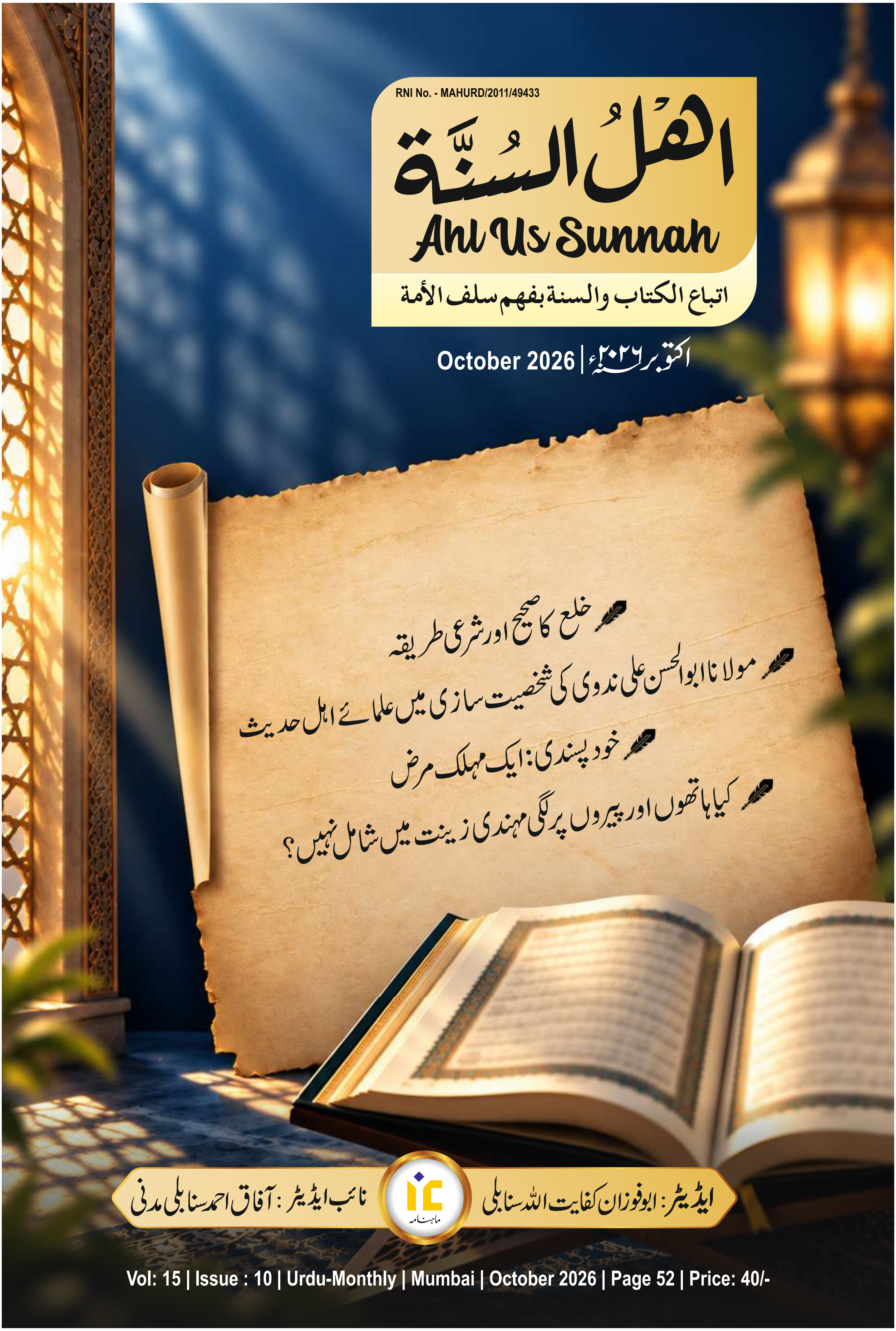

RNI No. - MAHURD/2011/49433

اهل السنّة

Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

October 2026 | اکتوبر ۲۰۲۶ء

- خلع کا صحیح اور شرعی طریقہ
- مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت سازی میں علمائے اہل حدیث
- خود پسندی: ایک مہلک مرض
- کیا ہاتھوں اور پیروں پر لگی مہندی زینت میں شامل نہیں؟

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
ماہنامہ
نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی

Vol: 15 | Issue : 10 | Urdu-Monthly | Mumbai | October 2026 | Page 52 | Price: 40/-

وحدہٗ لاشریک

سلسلۂ کلام: شعرائے اہلِ حدیثِ ہند (۱۵) **کلام: حفیظؔ بنارسی رحمہ اللہ** **انتخاب وترتیب: ابوالبیان رفعتؔ سلفی**

شاعر کا مختصر تعارف : اصل نام: محمد عبدالحفیظ، **قلمی نام:** ایم، اے۔حفیظؔ بنارسی، **تخلص:** حفیظ۔**نام ونسب:** محمد عبدالحفیظ بن الحاج قاری عبدالقیوم بن حاجی عبدالعزیز رحمہم اللہ **تاریخِ پیدائش:** ۲۵ رمئی ۱۹۳۳ءء، بروزِ دوشنبہ، مطابق ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ، مدنپورہ، بنارس میں ہوئی۔**ابتدائی تعلیم:** جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس، مدرسہ رحمانیہ بنارس، **بچپن کے خصوصی اساتذہ:** ابوالخیر فاروقی و مسلم حریری رحمہا اللہ۔**تعلیمی وتدریسی مناصب: ایم۔اے** (انگریزی)، بنارس ہندو یونیورسٹی، بی ایڈ، بنارس ہندو یونیورسٹی۔سابق لیکچرر، مسلم کالج، مئوناتھ بھنجن، اور مہاراجہ کالج، آرا۔**چند مجموعہ ہائے کلام:** درخشاں، گلدستۂ دعا، بادۂ عرفاں، غزالاں، سفیرِ شہرِ دل وغیرہ۔

تاریخ وفات: 16 جون 2008 مطابق 11 جمادی الاخریٰ 1429ھ

حمد اُس کی جو ہے مالکِ دو جہاں	حمد اُس کی جو ہے خالقِ انس و جاں
حمد اُس کی کہ نہایت جو رحمان ہے	حمد اُس کی جو سب کا نگہبان ہے
حمد اُس کی نہیں کوئی جس کا شریک	حمد اُس کی جو ہے وحدہٗ لاشریک
حمد اُس کی جو ہر شے پہ ہے حکمران	حمد اُس کی جو ہے سب کا روزی رساں
حمد اُس کی جو پاک اور بے عیب ہے	خالقِ کل ہے جو عالم الغیب ہے
حمد اُس کی ہمیشہ سے ہے جس کی ذات	حمد اُس کی نہیں جس کی خاطر ممات
حمد اُس کی نہیں جس کو کوئی کمی	حمد اُس کی حقیقت میں جو ہے غنی
حمد اُس کی نہیں جس کی کوئی نظیر	ذاتِ عالی ہے جس کی علیم و خبیر
حمد اُس کی جو ہر دل کا محبوب ہے	حمد اُس کی جو ہر سو کا معبود ہے
حمد اُس کی جو ستّار و غفّار ہے	حمد اُس کی جو قہار و جبّار ہے
حمد اُس کی جو ہے اَحسنُ الخالقین	حمد اُس کی جو ہے اَرحمُ الراحمین
دینے والا نہیں کوئی اُس کے سوا	اُس کے بندے ہیں ہم اور وہ ہے خدا
سر جھکاؤ حفیظؔ اُس کے دربار میں	ہاتھ پھیلاؤ بس اُس کی سرکار میں

Ahlus Sunnah

Volume No.15, Issue No.10, October, 2026

جلد: ۱۵	فی شمارہ Rs. 40/-
شمارہ: ۱۰	سالانہ Rs. 400/-

اکتوبر ۲۰۲۶ء

ماہنامہ

اهل السنة

Ahlus Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی
رابطہ نمبر: 7045788251

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی ● حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبیدالرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ: اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at : Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400 013.

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ
Ahl Us Sunnah

October 2026 | اکتوبر ۲۰۲۶ء

فہرست

خلع کا صحیح اور شرعی طریقہ	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	5
مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت سازی میں علمائے اہل حدیث (دوسری قسط)	ڈاکٹر عبدالمحسن تیمی	7
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ قسط: (۲۵)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	11
خود پسندی: ایک مہلک مرض	حافظ کلام اللہ جامعی	15
کتب ستہ سے ہم کیسے مستفید ہوں؟ (قسط ثالث)	ترجمہ: صہیب حسن بن فضل حق مدنی	23
لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے	اسامہ عبدالقادر النہیدی	26
معرکۃ الآراء کتب کے مقدمات کا تعارفی سلسلہ (پہلی قسط)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	30
کیا ہاتھوں اور پیروں پر لگی مہندی زینت میں شامل نہیں؟	ام محمد خوشنما مصلح الدین	37
عصرِ حاضر میں طالباتِ علم کی اصلاحی کمزوریاں: ایک شرعی وفکری جائزہ	عائشہ أمۃ النور بنت جمیل الدین	39
حسد کی تباہ کاریاں، اسباب اور علاج (قرآن وسنت اور ...) (قسط ثانی)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	43
ریلز کا فتنہ اور ہماری زندگیاں: ایک لمحۂ فکریہ	تلخیص وپیشکش: ام محمد خوشنما مصلح الدین	49

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

درس حدیث

خلع کا صحیح اور شرعی طریقہ

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ:”جَاءَتْ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَا أَعْتِبُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ وَلَكِنِّي لَا أُطِيقُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ“۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ثابت کے دین اور ان کے اخلاق کی وجہ سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن میں ان کے ساتھ گزارا نہیں کرسکتی۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا کہ پھر کیا تم ان کا باغ واپس کرسکتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ [صحيح البخاري: 5275]

راویٔ حدیث کا تعارف: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار مشہور فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی سنت کی نشر واشاعت اور بدعت کی بیخ کنی کے لیے وقف کردیا تھا، ان کا پورا نام ”عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف“ ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، حَبر الامہ ان کا لقب ہے، ہجرت سے تین سال قبل ان کی پیدائش ہوئی یعنی کہ نبوت کے دسویں سال، اپنے والد سے قبل انہوں نے اسلام قبول کیا، فتح مکہ کے سال انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے خصوصی دعا کی تھی، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ”ضمَّني النبي صلى الله عليه وسلم إلى صدره، وقال: (اللهم علِّمْه الحكمة)“۔ ”مجھے نبی کریم ﷺ نے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے اللہ! اسے حکمت کا علم عطا فرما“۔ [صحيح البخاري:3756]

عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل الخلاء، فوضعت له وضوءًا، قال: ((من وضع هذا؟)) فأخبر، فقال: (اللهُمَّ فقِّهْه في الدين)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔ میں نے (بیت الخلاء کے قریب) آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ (باہر نکل کر) آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس نے رکھا؟ جب آپ ﷺ کو بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے (میرے لیے دعا کی) اور فرمایا: ”اللهم فقهه في الدين“۔ ”اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ [صحيح البخاري :143]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے 1660 حدیثیں مروی ہیں۔(یہ تمام باتیں سیر اعلام النبلاء سے ماخوذ ہیں)۔ قال عبدالله بن مسعود: نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔[الطبقات الكبرى؛ لابن سعد، جـ 2، صـ 279]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بہترین ترجمان القرآن ہیں۔

عن طاؤس قال: ما رأيتُ رجلًا أعلم من ابن عبّاس۔[الطبقات الكبير (2/ 316 ط الخانجي)]

طاؤس کہتے ہیں: ''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ذی علم کسی کو نہیں دیکھا''۔

قال محمد ابن الحنفية، لما دفن ابن عباس: اليوم مات رباني هذه الأمة۔[الطبقات الكبير (6/ 347 ط الخانجي)]

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دفن کیا گیا تو محمد ابن الحنفیہ نے کہا کہ آج اس امت کے ایک ربانی عالم کا انتقال ہوگیا ہے''۔

ان کا انتقال سنہ 68ھ میں ہوا، 71 سال کی انہیں عمر ملی، محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [أسد الغابة: لابن الأثير، جـ 3، صـ 189،صفة الصفوة؛ لابن الجوزي، جـ1، صـ 757]

فوائد ومسائل:

(۱)اس حدیث سے خلع کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

(۲)خلع کی صورت میں بیوی کو حق مہر واپس کرنا ہوتا ہے اور خاوند بھی حق مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

(۳)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت شوہر کا حق مہر واپس کر کے یا کوئی اور مال مہر کے برابر دے کر کے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

(۴)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کے مسئلہ کو پوری توجہ کے ساتھ سن کر کے طرفین پر بغیر ظلم و زیادتی کے انصاف کے ساتھ حل کردیا۔

(۵) اسلام نے ایک عورت کے لیے یہ مباح قرار دیا ہے کہ وہ شوہر کے حقوق کے سلسلہ میں اگر خوف محسوس کرے کہ اسے شرعی تعلیمات کی روشنی میں نہیں ادا کر پائے گی تو وہ خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

(۶) عہد نبوی میں خواتین بوقت ضرورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر دینی مسئلہ دریافت کرلیا کرتی تھیں۔

(دوسری اور آخری قسط)

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت سازی میں علمائے اہل حدیث کا کردار (ان کی کتابوں کے آئینے میں)

ڈاکٹر عبدالمحسن تیمی (مدرسہ دارالتعلیم مئوناتھ بھنجن،اترپردیش)

مولانا ندوی کی یہ خوش نصیبی ہے کہ علامہ تقی الدین ہلالی جیسی عبقری شخصیت کی رفاقت وصحبت کی سعادت حاصل ہوئی، ان کے فیضان علم و ادب سے خوب استفادہ کیا اور اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو جلا بخشا، علامہ تقی الدین ہلالی صاحب تحفہ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری سے علم حدیث حاصل کرنے کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے اور اپنے دوست علامہ عبدالمجید حریری کے پاس مدن پورہ بنارس میں سکونت اختیار کی، جب علامہ خلیل عرب کو علامہ ہلالی کے قیام کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر سید عبدالعلی کو انہیں ندوہ بلانے کا مشورہ دیا، شروع میں علامہ ہلالی نے جانے سے انکار کر دیا لیکن مولانا حریری کے مسلسل اصرار اور مشورے سے ندوہ کی دعوت قبول کرلی۔ مولانا ندوی لکھتے ہیں: ''۱۴ ستمبر ۱۹۳۰ء کو انہوں نے باقاعدہ تدریس کا چارج لے لیا اور گویا دارالعلوم اور اس کے حلقۂ فضلاء میں عربی کی بہار آگئی، حقیقتاً شیخ خلیل عرب صاحب نے جو کام شروع کرایا تھا اور ہندوستان میں عربی زبان وادب کی تعلیم کے صحیح طریقے اور اس کا صحیح ذوق پیدا کرنے کا جو دور شروع کیا تھا ہلالی صاحب کے ہاتھوں اس کی تکمیل ہوئی، میں نے باضابطہ طریقہ پر تو ان سے بہت استفادہ کیا، روزانہ ان کی خدمت میں حاضری دیتا اور ان کی صحبتوں اور مجلسوں سے فائدہ اٹھاتا۔(1)

علامہ ہلالی کا جہاں بھی دورہ ہوتا مولانا ندوی ان کے ساتھ رہتے۔ انہی کی معیت میں اعظم گڑھ، بنارس، مئو اور مبارک پور کا بھی سفر کیا، اکثر وہ چھٹیاں اپنے دوست مولانا عبدالمجید حریری کے گھر بنارس میں گزارتے تھے اور مولانا ندوی ساتھ ہوتے تھے اور ان سے خوب اخذ واستفادہ کرتے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب امرتسر سے مولانا محمد داؤد غزنوی کی ادارت میں ایک اہل حدیث رسالہ ''التوحید'' کے نام سے شائع ہوتا تھا جس میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ودعوتی کارناموں پر مشہور اہل حدیث عالم مولانا محی الدین قصوری کا سلسلہ وار مضمون ''مجدد اعظم'' کے نام سے نکلتا تھا جو علمی حلقوں میں بے حد مقبول تھا، اس کے حسن اسلوب اور سید صاحب کے علمی ودعوتی کاز پر قیمتی معلومات ہونے کی وجہ سے سید عبدالعلی حسنی کے صلاح پر اس کا عربی ترجمہ مولانا ندوی نے ترجمۃ الامام السید احمد بن عرفان الشہید کے عنوان سے کیا، اور وہ علامہ تقی الدین ہلالی کی اصلاح اور ان کے سفارشی خط کی وجہ سے اس وقت کے عالم عرب کے معروف مجلہ ''المنار'' میں شائع ہوا اور یہ مولانا کا پہلا عربی مضمون تھا۔ عجیب حسن اتفاق ہے کہ مولانا ندوی کا

پہلا عربی مضمون بھی علماء اہل حدیث ہی کی بدولت منظر عام پر آیا۔مجلہ،اصل مضمون نگار، اصلاح کرنے والا اور جس مجلہ میں مضمون شائع ہوا سب کے سب اہل حدیث تھے۔

علامہ تقی الدین ہلالی کی جدوجہد وکوششوں سے ہندوستان میں عربی صحافت کا ایک روشن ستارہ ماہنامہ''الضیاء'' وجود میں آیا۔مسلسل تین سال تک آپ کی نگرانی واشراف میں شائع ہوتا رہا،اس مجلہ نے عمدہ مضامین، تحقیقی مقالات اور زبان و بیان کی وجہ سے ہندوستان اور عرب میں اپنی انفرادیت قائم کر لی،لیکن افسوس اس ادبی مجلّے کی زندگی طویل نہ ہوسکی اور علامہ ہلالی کے رخصت ہونے کے ساتھ یہ روشن چراغ بھی گل ہو گیا۔اس مجلہ نے اپنی مختصر مدت میں عربی زبان وادب سے دلچسپی رکھنے والے بے شمار افراد کی قلمی صلاحیتوں کو جلا بخشا اور مولانا مسعود عالم ندوی،مولانا محمد ناظم ندوی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کی عربی تحریروں کی شہرت ومقبولیت کا ایک ذریعہ بنا۔مولانا ندوی لکھتے ہیں:

''میں اس رسالے کا مستقل مضمون نگار بن گیا اور ایک طرف سے اعزازی طور پر شریک ادارت اور رفیق کا رقرار پایا، اس رسالے کے ذریعے میری ناچیز ومحدود انشائی وادبی صلاحیت اور خلیل عرب صاحب اور ہلالی صاحب کی تعلیم و صحبت کا فیض واثر ندوۃ العلماء کے ذی علم ارکان اور صاحب ذوق ذمہ داروں کے سامنے آیا۔اسی زمانے میں میرے بعض اہم مضامین''الادب النبوي'' اور''الحضارة الغربية الوافدة وأثرها في الجيل المثقف كما يراه شاعر الهند الكبير لسان العصر أكبر حسين الإلٰه آبادي''میں شائع ہوئے۔(2)

مولانا ندوی کی زندگی کے مطالعہ اور تجزیہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان کی زندگی کے ہر گوشہ میں علمائے اہل حدیث کی سرپرستی ورہنمائی حاصل رہی، ان کی مجالس میں نشست و برخاست رکھتے اور فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوتے،ان کی صحبت ورفاقت نے نہ صرف ذہن کے دریچوں کو کھول دیا بلکہ حصول علم کی تڑپ پیدا کردی۔مولانا کی خوش نصیبی تھی کہ آپ کو علماء اہل حدیث کے ایسے نامور اساتذہ اور اجلہ علماء کرام کا سایۂ عاطفت اور ان کی تربیت مل گئی جو اپنے زمانے کے یکتائے روزگار تھے جن سے خوب لعل وگہر اور یاقوت ودُرر حاصل کیے،لیکن قابل غور پہلو یہ ہے کہ ان کے عقائد،ان کا مسلک جو کہ سلف صالحین کا مسلک ومنہج تھا،انہیں عملی زندگی میں نہیں اپنا سکے بلکہ اپنے والد کی طرح آباء واجداد کے صوفیانہ اعتقاد پر تادم حیات باقی رہے اور اسی پر عمل پیرا بھی رہے بلکہ اپنی تحریروں کے ذریعہ اس کی تشہیر بھی کرتے رہے،عقائد کے سلسلے میں آپ نے اپنے مشفق ومربی اساتذہ کی نصیحت کو بھی نظرانداز کردیا۔

علامہ تقی الدین ہلالی فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ابوالحسن علی ندوی عقائد صوفیہ میں شیخ محمد الیاس کے بھائی ہیں اگرچہ وہ عربی ادب میں مسعود عالم ندوی کے بعد سب سے اچھا شاگرد تھا میں اسے تصوف میں شیخ الیاس کا

مرید سمجھا تھا لیکن وہ بھائی نکلا، اللہ تعالی اسے تقلید سے توبہ اور اتباع نبی کی توفیق عنایت فرمائے جیسا کہ مسعود عالم ندوی نے تقلید سے توبہ کرلیا، اس لیے کہ تقلید انسان کے لیے عبادات وعقائد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔(3)

ان کے مربی و مشفق استاد خلیل عرب صاحب بھی مولانا کے تصوف سے نالاں وناراض تھے اور ان کے تصوف پر سخت تنقید کرتے تھے حتیٰ کہ خطوط میں بھی اس پر تنبیہ کرتے رہے۔ مولانا کو مخاطب ہو کر ایک خط میں دعائیہ کلمات لکھتے ہیں: ''تمتع المسلمين بعلومه عدا التصوف آمين'' یعنی اللہ تعالی تصوف کے علاوہ مولانا کے علم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ اس پر مولانا لکھتے ہیں: ''ہمارے استاد خلیل عرب صاحب تصوف کے قائل نہ تھے، نہ اس سے ہمارے اشتغال کو پسند کرتے تھے''۔(4)

تعجب ہے جن اہل حدیث اساتذہ کی محنتوں اور کاوشوں کی وجہ سے شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی، جن کے گہرے اثرات ان کی شخصیت اور فکر پر سب سے زیادہ تھے، حقیقت یہ ہے کہ انہی کا فیضان نظر اور صحبت کی کرامت تھی جس نے ان کی شخصیت سازی، صلاحیت کی تشکیل اور فکر کی تعبیر میں اساسی رول ادا کیا جن کے ذکر جمیل کے بغیر مولانا کی زندگی ادھوری ہے پھر بھی مولانا نے ان کے منہج سلف کے عقائد کو قبول نہیں کیا اور اپنے آباء واجداد کے موروثی صوفیانہ عقائد باطلہ پر قائم رہے بلکہ تصوف سے آپ کی عقیدت ومحبت اس قدر تھی کہ علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم، مولانا ابراہیم آروی اور خلیل عرب صاحب جیسے راسخ العقیدہ علماء سلف کو بھی تصوف سے جوڑنے کی سعی نامسعود کرتے رہے۔ مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ڈاکٹر ہلالی رحمہ اللہ، علامہ خلیل عرب اور خود ان کے پھوپھا علامہ طلحہ ٹونکی، شاہ حلیم عطاء، ان کے ماموں زاد بھائی مولانا سید ابوالخیر حسنی وغیرہم کوئی بھی ان کو تصوف اور شخصیت پرستی کی انفعالیت سے بچا نہیں سکا''۔(5)

مولانا رحمانی رحمہ اللہ نے جن علماء کا ذکر کیا ہے وہ نہ صرف مولانا ندوی کے مشفق اساتذہ تھے بلکہ ان کے مربی وسرپرست بھی تھے جن کی نگرانی میں مولانا کی حسن تعلیم وتربیت ہوئی جن کی وجہ سے ان کے اندر تعلیم وتعلم کا صحیح ذوق اور سچا شوق پیدا ہوا، عالم عرب میں نیک نامی ونا موری اور شہرت ومعروفیت حاصل ہوئی اس کے باوجود مولانا برصغیر ہند کی تاریخ لکھتے ہیں تو علماء اہل حدیث کی دینی وعلمی خدمات واعمال کے ذکر سے چشم پوشی اختیار کرتے ہیں اور اگر کہیں لکھنا ضروری ہوا تو سرسری طور پر ذکر کر دیتے ہیں اور ان کے روشن وتابناک تاریخی حقائق سے پہلو تہی اختیار کر لیتے ہیں۔ اپنی اردو تصنیفات وتالیفات کے ذریعہ کتاب وسنت کے خلاف باطل نظریات کو فروغ دیتے، لیکن عربی تصنیفات میں علماء سلف کا اسلوب اختیار کرتے، حد تو یہ ہے کہ اپنی اردو کتاب کا عربی میں ترجمہ کراتے وقت بھی تحریف و

تبدیل سے کام لیتے ہیں جیسا کہ مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ قمطراز ہیں: ''مولانا ندوی کی یہی عادت ہے کہ وہ اپنی عربی کتابوں میں سنی ذوق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور عجمی زبان کی کتابوں میں صوفی ذوق پیش کرتے ہیں''۔(6)

ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی مولانا کی ظاہری عبادات کے سلسلے میں لکھتے ہیں: ''قرأۃ خلف الامام ہو یا سفر میں جمع بین الصلاتین، تعدیل ارکان فی الصلوۃ ہو یا صفت نماز کی ادائیگی کی کیفیت، مولانا علی میاں عاملین بالحدیث کی صف میں نظر آتے ہیں''۔(7)

مولانا کے ظاہر اور باطن میں کافی تضاد واقع تھا، ظاہری طور پر کچھ مسائل میں علمائے اہل حدیث کی صف میں شامل تھے، شاید اس وجہ سے مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی کو بھی مغالطہ ہو گیا اور انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''تراجم علمائے اہل حدیث ہند'' میں مولانا ندوی کو بھی علمائے اہل حدیث میں شمار کر دیا۔ جبکہ مولانا کی یہ حکمت رہی ہے کہ عرب دنیا میں اس کی وجہ سے ان کا مقام ومرتبہ قائم ودائم رہے۔

مولانا صلاح الدین مقبول نے عربی زبان میں ان کے غلط عقائد پر انہی کی زندگی میں ایک کتاب "الاستاذ ابوالحسن الندوی، الوجه الآخر من كتاباته" نام سے تحریر کی، ان کے افکار ونظریات جو کتاب وسنت کے صریح مخالف ہیں، انہی کی کتابوں سے یکجا کر کے عالم عرب کو روشناس کرایا جس کی وجہ سے علمائے عرب ان سے دوری اختیار کرنے لگے اور ان کی شہرت اور ناموری کا گراف گر گیا۔ یہ کتاب موالانا کے سامنے پیش کی گئی تھی، آپ نے کتاب کی دستیابی کی اطلاع بذریعہ تحریر دی ہے، لیکن اپنے باطل افکار ونظریات کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، یہ تحریر کتاب کی ابتداء میں چھپی ہوئی ہے۔ اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

حوالہ جات: (1) نفس المصدر، ص: ۱۱۶-۱۱۷ (2) نفس المصدر، ص: ۱۳۷ (**نوٹ:** پچھلی قسط میں ان دونوں مصادر کے نام موجود ہیں)

(3) تقی الدین الہلالی، السراج المنير في تنبيه جماعة التبليغ على أخطائهم. ط ۱۹۷۹، ص: ۷۰

(4) محمد یاسین کوپرگانوی، مشاہیر کے خطوط بنام مولانا ابوالحسن علی ندوی، مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ۔ ص: ۲۵

(5) مجموعہ مقالات عبدالحمید رحمانی، ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر، جوگابائی، نئی دہلی، ج۔ سوم، ص: ۱۱۸

(6) نفس المصدر، ص: ۱۹۴

(7) مولانا ابوسحبان روح القدوس ندوی، مولانا علی میاں اور علم حدیث، مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلامی، پوسٹ باکس ۱۱۹، لکھنؤ، ص: ۲۰۰

قسط:(25)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ - جامع المسائل

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

یہ پورا مجموعہ 9 جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسے علامہ عزیر شمس اور ان کے ساتھ پوری ٹیم نے عالم اسلام کی نامور شخصیت دکتور بکر بن عبداللہ ابوزید کے اشراف میں مرتب کیا ہے۔ یہ شیخ الاسلام کے غیر مطبوعہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے، بعض بڑے نادر فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل ہیں، بلکہ اس رسالہ میں طلاق سے متعلق ابن تیمیہ کے چھ رسائل (18-23) الحمد للہ موجود ہیں، طلاق ثلاثہ، طلاق بدعت، طلاق سنت کے بارے میں امام موصوف کا جو مبنی برحق نقطہ نظر ہے، پہلی بار اسی مجموعہ سے وہ ہمارے سامنے آیا ہے، اب تک ہم امام ابن القیم (في "إغاثة اللهفان" (1/ 283 - 338) و"إعلام الموقعين" (3/ 41 - 62، 287 - 288) و"زاد المعاد" (5/ 220 - 248) و"الطرق الحكمية" (ص 16 - 17).) کی کتابوں سے امام موصوف کے طلاق سے متعلق نقطۂ نظر کو پڑھ رہے تھے۔ شیخ الاسلام کے سوانح نگاروں نے ابن تیمیہ کی جانب طلاق سے متعلق منسوب کئی ایک رسائل وفتاویٰ کا ذکر کیا ہے۔ جیسے:

1 - "تحقيق الفرقان بين التطليق والأيمان" (قاعدة كبيرة نحو أربعين كراسة). 2 - "الفرق المبين بين الطلاق واليمين" (قاعدة بقدر النصف من ذلك). 3 - "قاعدة في أن جميع أيمان المسلمين مكفرة" (مجلد لطيف). 4 - "قاعدة في تقرير أن الحلف بالطلاق من الأيمان حقيقة".5 - قاعدة سماها "التفصيل بين التكفير والتحليل"6 - الرد الكبير على من اعترض عليه في مسألة الحلف بالطلاق (ثلاث مجلدات). 7 - "لمحة المختطف في الفرق بين الطلاق والحلف".8 - "الاجتماع والافتراق في الحلف بالطلاق".9 - "قاعدة في أن المطلقة بثلاثة لا تحل إلاّ بنكاح زوج ثان".10 - "بيان الحلال والحرام في الطلاق" (= "البغدادية").11 -"جواب من حلف لا يفعل شيئًا على المذاهب الأربعة ثم طلّق ثلاثًا في الحيض".12 - "الطلاق البدعي لا يقع".13 - "مسائل الفرق بين الطلاق البدعي والخلع ونحو ذلك".14 - "الحلف بالطلاق وتنجيزه ثلاثًا".

" جامع المسائل لابن تيميه" کی پہلی جلد کا تعارف پیش خدمت ہے۔ اس مجموعہ میں رسائل، فتاویٰ اور مسائل کی کل تعداد 24 ہے۔ سب سے پہلے جامع المسائل میں ابن تیمیہ کے موجود رسائل وفتاوی کی فہرست ذکر کر دیتے ہیں۔

جلد اول میں شامل مسائل: محقق: علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ -1-فصل في معنى "الحيّ القيوم"-2- قاعدة جليلة في إثبات علوّ الله تعالى على جميع خلقه-3- فتوى فيمن يدعي أن ثَمَّ غوثًا وأقطاباً وأبدالاً-4- فصل في أولياء الله وأولياء الشيطان-5- مسألة عن الأحوال وأرباب الأحوال-6- مسألة في رؤية النبي

صلى الله عليه وسلم ربه. 7- قاعدة شريفة في تفسير قوله (أغير الله أتخذ وليا فاطر السماوات والأرض وهو يطعم ولا يطعم) (كتبها بقلعة دمشق في آخر عمره). 8-فصل في سورة حم السجدة [فصلت]. 9-مسألة في قول النبي صلى الله عليه وسلم لمعاذ: "أتدري ما حقُّ الله على العباد؟ ". 10-فصل في قوله صلى الله عليه وسلم: سيد الاستغفار أن يقول العبد "اللهم أنت ربي لا إله إلاّ أنت ... ". 11-قاعدة في الصبر. 12-مسألة في الفُتُوَّة وآدابها وشرائطها. 13-مسألة فيما يفعله بعض الخطباء يوم الجمعة. 14-قاعدة في أفعال الحج. 15-فتوى في البيع بفائدةٍ إلى أجل. 16-مسائل في الإجارة ونقص بعض المنفعة والجوائح، والفرق بين الجائحة في الثمر والزرع وغير ذلك. 17-فصل في الطلاقِ، وتقسيمِه إلى سنّي وبدعيّ، وبيانِ أن الطلاقَ البدعيَّ لا يقع. من كلام شيخ الإسلام تقي الدين أبي العباس أحمد بن تيمية مما كتبه في القلعة بدمشق في آخر عمره رحمة الله عليه. 18- فتوى في طلاق السنة وطلاق البدعة. 19- فصل في جمع الطلاق الثلاث، 20- فصل في الأحاديث الواردة في الطلاق الثلاث. 21- فصل في الطلاق الثلاث. 22- فتوى في الطلاق الثلاث بكلمة واحدة. 23- فصل في الإيلاء، من كلام الإمام العلامة شيخ الإسلام تقي الدين ابن تيمية رحمة الله عليه، كتبه أخيرًا بقلعةِ دمشق. 24- فصل في الظِّهار.

فوائد علمیہ: (۱) فوت شدہ نمازوں کا ممنوعہ اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔

(۲) حج میں اگر کسی سے وقوف عرفہ فوت ہوجاتا ہے تو پھر حج کے آگے کے اعمال (مزدلفہ میں قیام، رمی جمار وغیرہ) انجام دینا اس پر ضروری نہیں ہے، سلف وخلف تمام کے نزدیک یہی مسئلہ ہے، ائمہ اربعہ کی بھی یہی رائے ہے، لیکن کیا اب اسے عمرہ کرنا ہوگا یا نہیں کیونکہ وہ تو احرام کی حالت میں ہے، اس سلسلہ میں دو قول مشہور ہیں، ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ گرچہ کسی سے وقوف عرفہ فوت ہوگیا ہے پھر بھی آگے کے حج کے اعمال اسے انجام دینے ہوں گے، یہ قول اوزاعی مزنی وغیرہ سے مروی ہے۔ درست بات وہی ہے جس پر جمہور ہیں کہ وقوف عرفہ فوت ہونے کے سبب آگے کے حج کے اعمال کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ نے وقوف عرفہ کے بعد آگے کے حج کے اعمال کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ (198) ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (199) فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْراً﴾ [البقرة: 198 - 200]

جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے۔ پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے طلب بخشش کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔

(۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ، فَلَمَّا صَلَّى إِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَدَعَا بِهِمَا فَجِئَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا، فَقَالَ: " مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟ قَالَا: قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا، فَقَالَ: لَا تَفْعَلُوا إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي رَحْلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ فَلْيُصَلِّ مَعَهُ، فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ"۔ یزید بن الاسود خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، وہ ایک جوان لڑکے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ مسجد کے کونے میں دو آدمی ہیں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی ہے، تو آپ نے دونوں کو بلوایا، انہیں لایا گیا، خوف کی وجہ سے ان پر کپکپی طاری تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا: "تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟"، تو ان دونوں نے کہا: ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا نہ کرو، جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ لے پھر امام کو اس حال میں پائے کہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے ساتھ (بھی) نماز پڑھے، یہ اس کے لیے نفل ہو جائے گی"۔ [سنن ابي داؤد:صحيح :575]

(۴) صحابہ، ائمہ اور اہل علم کے اتفاق کے ساتھ دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھ سے اللہ رب العالمین کا دیدار نہیں کیا ہے، جتنی روایتیں اس باب میں پیش کی جاتی ہیں وہ سب کی سب جھوٹی اور موضوع ہیں۔

(۵) تمام علماء سلف کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی شخص دنیا میں اللہ کا دیدار نہیں کر سکتا ہے، اس سلسلہ میں ایک صحیح حدیث بھی ہے۔

"تعلموا أنه لن يرى أحد منكم ربه عز وجل حتى يموت"۔[صحيح مسلم:169 ت عبد الباقي]: ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی مرنے تک اپنے رب عز و جل کو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا"۔

"ہاں آخرت میں اہل ایمان کو اللہ کا دیدار میسر ہوگا جیسا کہ تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں، اب جو شخص آخرت میں بھی دیدار الٰہی کا منکر ہے وہ جہمی گمراہ ہے، اور جو یہ کہتا ہے کہ نبی کے علاوہ دوسرا کوئی دل کے ذریعہ اس دنیا میں اللہ کو دیکھ سکتا ہے وہ بھی بدعتی اور جھوٹا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دنیا میں اللہ کو دیکھا ہے وہ بھی

غلطی پر ہے، گویا وہ ایسی بات کہہ رہا ہے جو بات صحابہ اور ائمہ دین میں سے کسی نے بھی نہیں کہی ہے۔

(٦)"قال بعض السلف: أعمالُ البِرِّ يَفعلُها البَرُّ والفاجر، ولا يَقدِرُ على ترك المعاصي إلاّ صدِّيق". "بعض سلف کا کہنا ہے کہ نیکی نیک و بد سبھی کرتے ہیں، البتہ گناہ صرف نیک لوگ ہی ترک کرتے ہیں یا دور رہتے ہیں"۔

(۷) کتاب وسنت اور اصول شریعت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ طلاق بدعت یا محرم کو طلاق کہنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اسے طلاق شمار کیا جائے گا، کیونکہ شریعت کے اس طرح کے کئی ایک عقود ہیں جو کتاب وسنت کی رو سے حرام مانے جاتے ہیں پھر بھی انہیں اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے جیسے نکاح حرام یا فاسد، بیع حرام یا فاسد، اب جو لوگ لفظ طلاق آجانے سے، طلاق بدعت کو طلاق شمار کرتے ہیں، انہیں نکاح فاسد، بیع باطل میں بھی نکاح یا بیع آجانے کے سبب اسے صحیح ماننا چاہیے ۔(ص 234)

(۸) فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کے عقد میں قبول اسلام سے قبل دو بہنیں ایک ساتھ تھیں، قبول اسلام کے بعد نبی ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہی اپنے عقد میں رکھنا جائز ہے، چنانچہ ایک کو انہوں نے اپنی زوجیت سے الگ کر دیا اور ایک کو برقرار رکھا۔(ابوداؤد:2243)۔حسن۔

(۹) زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی نہ تو عدت تھی اور نہ ہی کوئی تعداد فکس تھی، آدمی جب چاہتا طلاق دے دیتا اور جب چاہتا رجوع کر لیتا تھا۔

(۱۰) ایلاء اور ظہار دونوں کو پہلے لوگ طلاق ہی شمار کرتے تھے، کیونکہ ان دونوں میں انسان شہوت کی تکمیل سے خود کو محروم کر لیتا تھا جو کہ مقاصد نکاح میں سے ہے۔لیکن اللہ نے اپنے حکم کے ذریعہ یہ واضح کر دیا کہ یہ ظہار اور ایلاء طلاق نہیں ہیں، گرچہ ان کے ذریعہ انسان کا قصد طلاق کا ہی ہو، جہاں تک ظہار کا مسئلہ ہے تو اس کا کفارہ سورۂ مجادلہ میں بیان کیا گیا اور ایلاء میں اختیار دیا گیا کہ چاہے تو مدت پوری کر لیں یا پھر طلاق دیں۔

(۱۱) اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق رجعی دیتا ہے اور اسی دوران ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو دوسرے کو اس کے مال میں سے حصہ ملے گا۔ کیونکہ طلاق رجعی میں نکاح ختم نہیں ہوتا ہے۔

(۱۲) طلاق سکران واقع نہیں ہوتا ہے، یہی صحابۂ کرام کا فتویٰ ہے جیسے عثمان بن عفان، عبداللہ بن عباس اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم اجمعین، صاف صریح اختلاف کسی ایک صحابی کا بھی میرے علم میں نہیں ہے۔

(۱۳) اصل یہ ہے کہ نکاح کو آسان بنانا چاہئے اور طلاق کو مشکل، لیکن لوگوں کی ایک جماعت نے اسے الٹ دیا ہے، نکاح کو مشکل اور طلاق کو آسان بنا دیا ہے، نکاح کے لیے کتاب وسنت سے غیر ثابت شدہ بہت سارے شرائط بیان کرنے لگتے ہیں جیسے لفظ نکاح یا تزویج کی شرط، عورت کا ولی عادل ہو، دو عادل گواہوں کی حاضری، کفو، نسب، صنعت وحرفت میں برابری کی شرط، قبول کا لفظ دو بار یا تین بار بولنے پر اصرار کرنا وغیرہ۔

خود پسندی: ایک مہلک مرض

حافظ کلام اللہ جامعی

دین اسلام کے مختلف ابواب اور شعبے ہیں جیسے عقائد، عبادات، معاملات، آداب ومعاشرت وغیرہ انہی میں سے ایک عظیم باب اور شعبہ اخلاقیات کا ہے، اخلاق دو طرح کے ہوتے ہیں: محمود اور مذموم، محمود یہ شریعت اسلامیہ کے مطلوبہ اخلاق ہیں اور مذموم یہ ممنوعہ اخلاق، اخلاق محمودہ یہ معاشرے کی بقا وتحفظ کا ضامن ہیں، صالح معاشرے کی تشکیل کا ایک بہترین ذریعہ ہے، افراد وعوام کو دین کی طرف بلانے کا اہم وسیلہ ہے، وہیں پر اخلاق مذمومہ یہ معاشرے کو فساد وبگاڑ کی طرف لے جاتے ہیں، بدامنی پیدا کرتے ہیں، انہی اخلاق مذمومہ میں سے ایک مذموم صفت خود پسندی ہے، یہ قبیح عادت، زہر قاتل، نفس کی پرستش، قبول حق سے روکنے والی، نصیحت سننے اور اس پر عمل کرنے سے دور کر دینے والی، تکبر کی ظلمت میں دھکیل دینے والی باطنی اور مہلک مرض ہے، جو انسان کے دل ودماغ کو دھیرے دھیرے کھوکھلا کر دیتی ہے، انسان کو اپنی ہی نظر میں بڑا وکامل اور دوسروں سے برتر بنا دیتی ہے حتیٰ کہ وہ اپنی معمولی خوبیوں پر فخر کرنے لگتا ہے اور اپنی کمزوریوں کو بھول جاتا ہے، تاریخ گواہ ہے کہ جن اقوام وافراد نے اپنے علم وطاقت یا عبادت اور اپنے اسباب پر گھمنڈ کیا وہ بالآخر ذلت ورسوائی کے گڑھے میں جا گرے۔

خود پسندی کی تعریف: خود پسندی کہتے ہیں اپنے آپ کو دوسروں سے برتر اور بڑا سمجھنا، اور دوسروں کو حقیر سمجھنا، علی بن محمد الجرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خود پسندی یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کسی بلند مرتبے کا مستحق سمجھے حالانکہ وہ حقیقت میں اس کا مستحق نہ ہو۔[التعریفات: 147]

احمد بن یحییٰ بن مرتضیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خود پسندی اس خوشی کو کہتے ہیں جو کسی نعمت یا کمال کے حاصل ہونے پر پیدا ہو اور اس کے ساتھ یہ احساس بھی ہو کہ آدمی دوسروں پر برتری جتائے، خواہ یہ برتری زبان سے ہو، یا کسی عمل سے یا پھر دل کے اعتقاد کے ذریعے ہو۔[البحر الزخار: 490/6]

خود پسندی ایک بری اور قبیح صفت ہے جس کی خطرناکی اور خطروں کو کئی نصوص میں واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا کہ یہ ایک آفت ہے جو دنیوی آفات اور اخروی عقوبات کی طرف گھسیٹ کر لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ﴾ [التوبة:25] ''یقیناً اللہ نے تمہاری بہت سے مواقع پر مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمہیں اپنی کثرت تعداد پر ناز ہو گیا تھا، مگر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین

اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے‘‘۔

امام جعفر بن محمد صادق کہتے ہیں: نصرت کو حاصل کرنے کا ذریعہ صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے: عاجزی، محتاجی کا احساس اور اپنی بے بسی کا اقرار۔۔۔ اور محرومی و رسوائی کے آنے کا سبب بھی ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے: خود پسندی [تفسیر السلمی:272/1]

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا، كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا﴾[الاسراء:37-38] ’’اور زمین میں اکڑ کر مت چلو، بے شک تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو۔ یہ سب باتیں تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں‘‘۔

سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس تکبر اور بڑائی جتانے سے روکا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتا۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو اسی طرح اپنے تکبر اور خود پسندی کے ذریعے بھی تم اپنے مطلوب تک نہیں پہنچ سکتے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی باطل خواہش کے پورا ہونے سے مایوس کر دیا۔[تفسیر العز بن عبد السلام:219/2]

ایک اور جگہ فرمایا:﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾[لقمان:18] ’’اور لوگوں سے اپنا رخ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر مت چلو، بے شک اللہ ہر اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے‘‘۔

ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ، أي: مختالٍ مُعجَبٍ في نفسِه۔ [تفسیر ابن کثیر: 339/6]

یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اترانے والا ہو اور خود پسندی میں مبتلا ہو۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "بينا رجلٌ يمشي في حُلَّةٍ تُعجِبُه نفسُه، مُرَجِّلٌ جُمَّتَه، إذ خَسَفَ اللَّهُ به، فهو يتجَلْجَلُ إلى يومِ القيامةِ"۔[(بخاری: 5789] ’’ایک شخص ایک قیمتی جوڑے میں چل رہا تھا، اپنے آپ پر اتراتا ہوا، اپنے بال سنوارے ہوئے، اپنے نفس میں مگن، اچانک اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا‘‘۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گناہوں پر فوری پکڑ

سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے اور انسان کا اپنے نفس، لباس اور ہیئت پر خود پسندی میں مبتلا ہونا اور اترانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔[المفهم لما اشكل من تلخيص: كتاب مسلم:406/5]

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے تم پر سب سے زیادہ جن چیزوں کا خوف ہے کہ ہلاک ہو جاؤ گے، وہ تین ہیں:

ایسی بخیلی جس کی اطاعت کی جائے، ایسی خواہش پرستی جس کی پیروی کی جائے اور خود پسندی۔[ابن ابی شيبه: 38727، جامع بيان العلم وفضله: 960]

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خود پسندی درست بات کے خلاف ہے اور عقلوں کی آفت ہے۔[ادب الدنيا والدين للماوردی: 237]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دو چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: خود پسندی اور نا امیدی۔[حلية الاولياء: 298/7، تنبيه الغافلين: 485]

ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جہالت کی علامت تین ہیں: خود پسندی، غیر ضروری گفتگو اور جس چیز سے منع کرے خود اس میں مبتلا ہو جانا۔
[جامع بيان العلم وفضله: 963، تاريخ دمشق:175/47]

مسروق بن الاجدع رحمہ اللہ کہتے ہیں:

انسان کے علم کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے جہالت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے علم پر عجب کرے۔[سنن دارمی:383/1،346]

عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

تکبر کیا ہے؟ فرمایا: لوگوں کو حقیر جاننا۔

اور خود پسندی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: خود پسندی یہ ہے کہ انسان اپنے اندر کوئی ایسی چیز سمجھے جو دوسروں میں نہ ہو اور میں نہیں جانتا کہ مصلین حضرات میں خود پسندی کی کوئی برائی ہے۔[شعب الايمان: 8260]

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

خود پسندی سے بچو، کیوں کہ یہ اپنے اہل کو ہلاک کر دیتا ہے اور یہ نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔[شعب الايمان للبيهقی: 7248]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص کو پانچ چیزوں سے بچا لیا گیا وہ دنیا و آخرت کے شر سے بچ گیا: خود پسندی، ریا، تکبر، حقارت اور خواہش نفس۔[حلية: 95/8]

نیز فرمایا: قراء (اہل علم) کی آفت خود پسندی ہے۔[شعب الایمان للبیهقی: 304/3]

ابوالحسن الماوردي رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رہا خود پسندی تو یہ انسان کی خوبیوں کو چھپا دیتا ہے اور اس کی برائیوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ یہ انسان کو مذمتوں کا مستحق بنا دیتا ہے اور فضائل سے روک دیتا ہے۔ تکبر سے پیدا ہونے والی نفرت کی کوئی حد نہیں اور خود پسندی سے پیدا ہونے والی جہالت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ یہاں تک کہ یہ خود پسندی انسان کی پھیلی ہوئی خوبیوں کو بھی بجھا دیتا ہے، اور اس کی مشہور فضیلتوں کو چھین لیتا ہے۔ یہ ایسی برائی ہے جو تمام نیکیوں کو مٹا دیتی ہے اور یہ برائی نیکیوں کو مٹانے کے لیے کافی ہے اور یہ ایسی مذمت ہے جو ہر فضیلت کو گرا دیتی ہے اور ساتھ ہی دل میں غصہ اور دوسروں کے دلوں میں بغض پیدا کرتی ہے۔[ادب الدنیا والدین للماوردی]

بعض اوقات خود پسندی کی آفت انسان پر اس حد تک غالب آ جاتی ہے کہ وہ اسے کفر اور اسلام سے خروج تک پہنچا دیتی ہے۔ جیسے ابلیس ملعون کا حال ہوا، جس نے اپنی اصل اور اپنی عبادت پر فخر کیا اور یہی خود پسندی اسے تکبر تک لے گئی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خود پسندی صرف اخلاقی خرابی نہیں بلکہ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو یہ انسان کے دین وایمان کے لیے بھی انتہائی خطرناک بن سکتی ہے۔

خود پسندی کے اسباب:

(۱) جہالت: حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے عمل اور علم پر حتیٰ کہ فقہی اختلافات اور علماء کے اقوال جاننے پر بھی خود پسندی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو کہ خود پسندی خود جہالت کی علامت ہے تو وہ کبھی اپنے آپ پر فخر نہ کریں۔ ابو حامد الغزالی فرماتے ہیں: خود پسندی کی اصل علت محض جہالت ہے اور اس کا علاج اس جہالت کے برعکس صحیح معرفت ہے۔ ۲۔ تقویٰ اور ورع کی کمی۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی (مراقبہ) کی کمزوری۔ ۴۔ نصیحت کرنے والوں کی کمی۔ ۵۔ نیت کی خرابی اور باطن کی گندگی۔ ۶۔ لوگوں کی تعریف وستائش کا کثرت سے ہونا، جس سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے۔ ۷۔ دنیا کی محبت اور خواہش نفس کی پیروی۔ ۸۔ غور وفکر نہ کرنا: اگر انسان سوچے سمجھے غور کرے تو جان لے کہ ہر نعمت اللہ کی عطا ہے۔ ۹۔ شکر کی کمی۔ ۱۰۔ ذکر الٰہی کی کمی۔ ۱۱۔ قرآن وسنت میں تدبر نہ

کرنا۔ ۱۲۔اللہ کے مکر سے بے خوفی اور صرف عفو ومغفرت پر بے جا اعتماد۔ ۱۳۔منصب کا گھمنڈ۔ ۱۴۔ برے لوگوں کی صحبت۔ ۱۵۔نفس کی امتیازی صفت جو دوسروں کے اندر نہ ہو۔(بسا اوقات یہ بھی خود پسندی کا سبب بن سکتا ہے کہ بندہ یہ کہنے لگ جائے کہ یہ صفت صرف میرے اندر ہے جو کسی اور کے پاس نہیں)۔۱۶۔عزت وتوقیر میں مبالغہ۔ ۱۷۔خود پسندی کے عقوبات اور نقصانات سے غفلت۔

خود پسندی کے مظاہر:

۱۔ حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ ۲۔لوگوں سے منہ موڑنا۔ ۳۔عقل مند اور اہل علم سے مشورہ نہ لینا۔ ۴۔ چلنے میں تکبر اور اکڑ۔ ۵۔اپنی عبادات کو بڑا سمجھنا اور اپنی نیکیوں پر ناز کرنا۔ ۶۔علم پر فخر کرنا اور اس کی نمائش کرنا۔ ۷۔ طعن وتشنیع اور اشاروں کنایوں سے دوسروں کو نیچا دکھانا۔ ۸۔نسب، حسب اور ظاہری حسن پر فخر کرنا۔ ۹۔لوگوں کی مخالفت صرف تکبر کے لیے کرنا۔ ۱۰۔صالح اور متقی علماء کو کم تر سمجھنا۔ ۱۱۔اپنی تعریف خود کرنا۔ ۱۲۔ گناہوں کو بھول جانا یا انہیں معمولی سمجھنا۔ ۱۳۔ ہمیشہ اپنے لیے جزا، مغفرت اور دعا کی قبولیت کا یقینی گمان رکھنا۔ ۱۴۔غلطی پر اصرار کرنا۔ ۱۵۔عبادت میں سستی برتنا اس گمان سے کہ وہ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ ۱۶۔ گناہگاروں اور فاسقوں کو حقیر سمجھنا۔ ۱۷۔بغیر اہلیت کے خود کو پیش کرنا۔ ۱۸۔اہل علم کی بات غور سے نہ سننا۔

خود پسندی کے مواقع اور ان کا علاج:

امام ابو حامد الغزالی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ خود پسندی آٹھ چیزوں میں ہوتی ہے اور انہوں نے ان میں سے ہر ایک کا علاج بھی بیان کیا ہے میں اس کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کروں گا ان شاء اللہ:

پہلا: اپنے جسم پر غرور کرنا:

اپنی خوبصورتی، وضع قطع، صحت وطاقت، اعضاء کے تناسب، حسن صورت اور حسن آواز پر ناز کرنا۔ انسان اپنے حسن کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے اور ہر حال میں زوال پذیر ہے۔

اس کا علاج: انسان غور کرے کہ اس کی ابتدا اور انتہا میں اس کے پیٹ کے اندر کیسی گندگی بھری ہوئی ہے اور ان خوبصورت چہروں اور نرم ونازک جسموں کے بارے میں سوچے کہ وہ کس طرح مٹی میں ریزہ ریزہ ہو گئے اور قبروں میں بدبودار ہو گئے، یہاں تک کہ انسانی طبیعتیں بھی ان سے کراہت کرنے لگیں۔

دوسرا: اپنی پکڑ اور طاقت پر غرور کرنا:

جیسا کہ قوم عاد کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا تھا: مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً۔ ہم سے بڑھ کر طاقت میں کون ہے؟ [فصلت: 15] عوج نے اپنی طاقت کے زعم میں ایک پہاڑ اکھاڑ لیا تا کہ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر گرا دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک کمزور چونچ والے پرندے (ہدہد) کے ذریعے اس پہاڑ کے ٹکڑے میں سوراخ کر دیا، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کھسک کر اس کے گلے کا طوق بن گیا اور وہ بے بس ہو گیا۔

اس کا علاج: انسان کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیے کہ محض ایک دن کا بخار اس کی ساری طاقت وقوت نچوڑ سکتا ہے اور اگر وہ اپنی طاقت پر اترائے گا تو اللہ تعالیٰ ایک معمولی سی آفت بھیج کر اسے اس طاقت سے مکمل طور پر محروم کر سکتا ہے۔

تیسرا: عقل ودانش پر خود پسندی:

انسان اپنی عقل، سمجھداری اور دین ودنیا کے معاملات میں اپنی باریک بینی پر غرور کرنے لگتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان مطلق العنان بن کر صرف اپنی رائے پر اڑ جاتا ہے اور دوسروں سے مشورہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے مخالفین کو جاہل سمجھتا ہے اور اپنی عقل پر اتنا گھمنڈ کرتا ہے کہ اہل علم کی بات سننے سے بھی گریز کرتا ہے بلکہ انہیں حقیر اور کمتر گردانتا ہے۔

اس کا علاج: انسان اپنی عقل پر فخر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ یہ سوچے کہ دماغ کو لاحق ہونے والی ایک معمولی سی بیماری بھی انسان کو وہم میں مبتلا کر کے پاگل بنا سکتی ہے، جس سے وہ لوگوں کے لیے محض ایک مذاق بن کر رہ جائے گا۔

انسان کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اس کا علم بہت تھوڑا ہے اور جو باتیں وہ نہیں جانتا، وہ ان باتوں سے کہیں زیادہ ہیں جو وہ جانتا ہے۔

اپنی عقل پر اندھا اعتماد کرنے کے بجائے ان بے وقوفوں کے انجام سے ڈرے جو اپنی عقل پر ناز کرتے ہیں حالانکہ لوگ ان کی حماقت پر ہنستے ہیں۔ اپنی عقل اور خوبیوں کا اندازہ خوشامدی دوستوں سے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں یا مخالفین سے لگائے۔ خوشامدی دوست صرف خوبیاں گنوا کر انسان کی خود پسندی میں اضافہ کرتے ہیں، جس سے انسان اپنی خامیوں سے غافل ہو جاتا ہے۔

چوتھا: شرف اور نسب وخاندان پر غرور کرنا:

یہاں تک کہ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے خاندانی شرف اور اپنے آباء واجداد کی نجات کے سبب بخش دیئے جائیں گے اور ان کی مغفرت ہو چکی ہے اور بعض کا تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ساری مخلوق ان کی غلام اور خادم ہے۔

اس کا علاج: اسے یہ جاننا چاہیے کہ اگر وہ اپنے آباء واجداد کے افعال واخلاق کی مخالفت کرے اور پھر بھی یہ سمجھے کہ وہ ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا، تو یہ اس کی نادانی ہے اور اگر وہ واقعی اپنے آباء واجداد کی پیروی کرتا ہے تو ان کے اخلاق میں تو تکبر وغرور تھا ہی نہیں بلکہ ان کے اندر تو اللہ کا خوف تھا اور وہ اپنے نفس کو حقیر سمجھتے اور اس کی مذمت کرتے تھے۔ انہیں یہ شرف نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ علم، فرمانبرداری اور عمدہ صفات کی بدولت ملا تھا۔ لہٰذا اسے بھی انہی صفات سے شرف حاصل کرنا چاہیے جن سے انہیں شرف ملا۔

اور نسب میں ان کے برابر اور قبائل میں ان کے شریک وہ لوگ بھی تھے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں لائے تو وہ اللہ کے نزدیک کتوں سے بھی بدتر اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل وخوار تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ شرف وبزرگی تقویٰ کی بنیاد پر ہے نہ کہ نسب کی بنیاد پر۔ چنانچہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو''۔ [الحجرات: 13]

پانچواں: ظالم بادشاہوں اور ان کے حواریوں کی طرف منسوب ہونے پر فخر کرنا:

بجائے اس کے کہ دین اور علم کی نسبت پر فخر کیا جائے، لوگ ظالموں کی نسبت پر فخر کرتے ہیں اور یہ انتہائی درجے کی جہالت ہے۔

اس کا علاج: وہ ان کی رسوائیوں پر غور کرے اور یہ سوچے کہ انہوں نے اللہ کے بندوں پر کیسے کیسے ظلم ڈھائے اور اللہ کے دین میں کتنا فساد مچایا اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں۔ اگر وہ جہنم میں ان کی حالت، ان کی بدبو اور گندگی کو دیکھ لے تو وہ ان سے نفرت کرنے لگے گا اور ان کی طرف منسوب ہونے سے بیزاری ظاہر کرے گا۔

چھٹا: تعداد کی کثرت پر غرور کرنا:

یعنی اولاد، خادموں، قبیلے، رشتہ داروں، مددگاروں اور پیروکاروں کی کثرت پر فخر کرنا۔ جیسا کہ کفار نے کہا تھا: ﴿وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا﴾۔ ''اور انہوں نے کہا کہ ہم مال اور اولاد میں بہت زیادہ ہیں''۔ [سورہ سبا: 35]

اس کا علاج: انسان اپنی اور ان سب کی کمزوری پر غور کرے۔ یہ سب عاجز بندے ہیں جو خود اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ پھر وہ ان پر کیسے غرور کرسکتا ہے جبکہ موت کے وقت یہ سب اس سے جدا ہوجائیں گے اور وہ

اکیلا، ذلیل اور بے بس ہو کر اپنی قبر میں دفن کر دیا جائے گا۔ وہاں نہ کوئی گھر والا، نہ اولاد، نہ کوئی قریبی رشتہ دار، نہ کوئی جگری دوست اور نہ کوئی قبیلے والا اس کا ساتھ دے گا۔

ساتواں: مال ودولت پر غرور کرنا:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دو باغ والوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:﴿أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا﴾ ''میں تم سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور افراد کے لحاظ سے بھی زیادہ طاقتور ہوں''۔[الکہف: 34]

اس کا علاج: مال کی آفتوں، اس کے کثیر حقوق اور اس کی بڑی ہلاکتوں پر غور کرے۔ غریبوں کی فضیلت کو دیکھے کہ وہ قیامت کے دن جنت میں جانے میں کیسے سبقت لے جائیں گے اور اس بات پر نظر رکھے کہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ بھی دیکھے کہ یہودیوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو مال میں اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہیں۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر غور کرے: ایک شخص اپنے قیمتی لباس میں اکڑ کر چل رہا تھا اور خود پسندی میں مبتلا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا چلا جائے گا (متفق علیہ) اس حدیث میں مال اور نفس پر غرور کرنے کی سزا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

آٹھواں: اپنی غلط رائے پر خود پسندی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا﴾ ''بھلا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے؟'' [فاطر: 8] نیز فرمایا:﴿وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾۔ ''اور وہ یہی گمان کر رہے ہیں کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں''۔[الکہف: 104] اور تمام اہل بدعت اور گمراہ لوگوں نے اپنی غلطیوں پر اس لیے اصرار کیا کیوں کہ وہ اپنی آراء کے بارے میں خود پسندی کا شکار تھے۔

اس کا علاج: انسان ہمیشہ اپنی رائے پر شک کرے اور اس پر دھوکہ نہ کھائے، سوائے اس کے کہ قرآن مجید، سنت نبوی یا شرائط پر پورا اترنے والی کوئی صحیح عقلی دلیل اس کی قطعی گواہی دے دے۔ کیوں کہ اگر انسان خواہشات، بدعات اور عقائد کے تعصب میں پڑ گیا تو وہ ایسی جگہ سے ہلاک ہو جائے گا کہ اسے خبر بھی نہ ہوگی۔[احیاء علوم الدین للغزالی:1291-1295]

[استفاده از: الدرر السنية، صيد الفوائد، اسلام ويب، احياء علوم الدين لابي حامد الغزالي، ادب الدنيا والدين للماوردي]

اللہ ہمیں اس بری خصلت سے بچائے اور دل میں عاجزی وانکساری پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(قسط ثالث)

کتب ستّہ سے ہم کیسے مستفید ہوں؟

(لکچر از شیخ: عبدالمحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ، یہ لیکچر انہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پیش کیا تھا۔)
ترجمہ: صہیب حسن بن فضل حق مدنی مبارکپوری رلکچر رجامعۃ الہندالاسلامیہ منی اولی مالاپورم کیرالام

(۳) سنن ابی داؤد:

سنن ابی داؤد بڑی عظیم الشان کتاب ہے۔ اس کے مؤلف نے احکام کی حدیثیں جمع کرنے، اُن کی ترتیب اور اُنہیں تراجم ابواب کے تحت لانے پر توجہ دی ہے۔ اُن کے قائم کیے ہوئے تراجم ابواب ان کے فقہ اور روایت و درایت میں اُن کے تمکن پر دلالت کرتے ہیں۔ اُن کے متعلق ابوسلیمان الخطابی ''معالم السنن'' میں کہتے ہیں: ''ابوداؤد نے حدیث کی اپنی اس کتاب میں علم دین کے اصول، امہات سنن اور احکام فقہ کی وہ چیزیں اکٹھا کی ہیں جو ہمارے علم کے مطابق اُن سے پہلے اور اُن کے بعد کسی نے نہیں کی ہیں''۔

''تہذیب سنن ابی داؤد'' حافظ منذری کی کتاب ہے جس پر امام ابن قیم کی تعلیقات ہیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ ''سنن ابی داؤد منذری'' کی تہذیب اور اُس پر اپنی چڑھائی ہوئی تعلیق کے متعلق لکھتے ہیں: ''ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ کی کتاب کو اسلام میں وہ مقام حاصل ہوا جس سے اللہ نے اُس کو خاص کیا تھا۔ بایں طور کہ اہل اسلام کے درمیان وہ حَکَم اور تنازعات اور اختلافات کی جگہوں میں فیصل ہوئی۔ انصاف کرنے والے فیصلہ کے لیے اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور محققین اس کے فیصلے پر راضی ہوتے ہیں۔ یقیناً احکام کی متفرق حدیثوں کو اُنہوں نے جمع کیا۔ خوب چھان پھٹک کرنے کے بعد مجروحین اور ضعفاء کی حدیثوں کو الگ کیا اور بہتر سے بہتر انداز میں انہیں مرتب کر کے نہایت عمدگی اور خوب سلیقہ کے ساتھ ایک لڑی پرو یا۔ امام علامہ حافظ ذکی الدین ابومحمد عبدالعظیم منذری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کے اختصار و تہذیب، اس کی حدیثوں کی نسبت، اس کی علتوں کی وضاحت اور اس کی تقریب و تسہیل میں اس قدر عمدگی کا ثبوت دیا کہ اب مزید اُس میں کچھ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ (اس انداز سے کتاب کی خدمت میں) سبقت لے گئے اور بعد میں آنے والے اُن کے تابع ہوئے۔ (یہ ساری خوبیاں دیکھنے کے بعد) میں نے ان کی کتاب کو سب سے بہتر توشہ قرار دیا اور یوم آخرت کے لیے ذخیرہ بناتے ہوئے اس کی تہذیب اس انداز سے کی جس طرح انہوں نے اس کے ذریعہ اصل کتاب کی کی تھی۔ میں نے اُن کی کتاب میں اُن علتوں پر کلام کا

اضافہ کیا جس سے انہوں نے سکوت اختیار کیا تھا یا اُنہیں مکمل ذکر نہیں کیا تھا۔ جن حدیثوں کی تصحیح نہیں کی تھی اُن کی تصحیح سے تعرض کیا، جن مشکل متون کا قفل ابھی نہیں کھولا تھا اُن پر کلام کیا، باب کے اندر جن صالح حدیثوں کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا اُن کا اضافہ کیا، اہم مقامات پر بسط کے ساتھ کلام کیا، شاید غور وفکر کرنے والا مجتہد یہ باتیں دیگر کسی کتاب میں نہ پاسکے۔

کتاب سنن ابی داؤد سنن کی دیگر کتابوں پر مقدم ہے، اس کی کتابوں کی مجموعی تعداد پینتیس (35) اور اس کی حدیثوں کی مجموعی تعداد پانچ ہزار دوسو چوہتر (5274) ہے۔

سنن ابی داؤد میں اعلیٰ سندیں رباعیات ہیں، رباعی وہ سند ہے جس میں رسول اللہ ﷺ اور امام ابوداؤد کے درمیان صرف چار اشخاص ہیں۔ سنن ابی داؤد کی کئی شرحیں ہیں، اُن میں سب سے مشہور شرح ابوالطیب شمس الحق العظیم آبادی کی ''عون المعبود'' ہے۔

(۴) سنن النسائی:

امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن میں دو کتابیں تصنیف کیں۔ ایک ''السنن الکبریٰ'' ہے اور دوسری ''السنن الصغریٰ''، دوسری کو پہلی سے مختصر کیا ہے، ''الصغریٰ'' کو ''المجتبیٰ'' کہا جاتا ہے یعنی ''الکبریٰ'' سے منتخب گئی۔ یہی سنن صغریٰ ہی علماء کی توجہ کا مرکز رہی اور حدیث کی چھ کتابوں میں سے ایک سمجھی گئی، یہ بڑی قدر ومنزلت اور زیادہ ابواب والی کتاب ہے۔ اس کے تراجم ابواب اس کے مؤلف کے فقہ پر دلالت کرتے ہیں بلکہ بعض ان میں ایسے ہیں جن میں امام نسائی کی دقت استنباط ظاہر ہوتی ہے، اس کی مثالوں میں سے کتاب الطھارۃ کے اوائل میں اُن کا یہ قول ہے: ''شام کے وقت روزہ دار کے لیے مسواک کی رخصت ہے''۔ اس مسئلہ میں علماء کا دو قول ہے۔

پہلا یہ کہ زوال کے بعد مسواک کرنا منع ہے۔ اس ممانعت کی علت وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے وہ بو ختم ہوجاتی ہے جس کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے''۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ زوال کے بعد مسواک کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ نبی ﷺ کے اس عمومی ارشاد کے تحت ہے ''اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا خوف نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت میں انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا''۔

نسائی نے اس حدیث کو مذکورہ ترجمہ (شام کے وقت روزہ دار کے لیے مسواک کی رخصت ہے) کے تحت ذکر کیا ہے، چونکہ اس مسئلہ میں حدیث جواز پر دلالت کرتی ہے لہٰذا دونوں قول میں راجح یہی ہے۔ سندی نے سنن نسائی کے حاشیہ میں امام نسائی کی دقت کو سراہتے ہوئے لکھا ہے: ''حدیث سے جو بات اخذ ہوتی ہے اُس کو مصنف نے ترجمہ

الباب کے طور پر ذکر کیا ہے، اس سے یہ بات مخفی نہیں رہتی کہ مصنف دقیق استنباط اور تعجب خیز بیدار مغزی کے مالک ہیں، یقیناً اُن کی باریک بینی اور فہم کی تیزی قابل تعریف ہے''۔

سنن نسائی کی اعلیٰ سندیں رباعیات ہیں۔اُس کی کتابوں کی مجموعی تعداد پچاس (50) اور احادیث کی تعداد پانچ ہزار سات سو چوہتر (5774) ہے۔اس کتاب کی سب سے بہترین طباعت وہ ہے جس کی تحقیق وترقیم اور فہارس تیار کرنے کا کام مکتب تحقیق التراث الاسلامی-دار المعرفہ بیروت نے انجام دیا ہے، یہ طباعت ہر حدیث کا سلسلہ وار اور نسائی میں اُس کے دیگر مقامات کا نمبر ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ بقیہ اصحاب کتب ستہ کی تخریج اور اُن کے یہاں اور'' تحفۃ الاشراف''میں حدیث کا جو نمبر ہے اُسے ذکر کرتی ہے۔

(۵)سنن الترمذي:

سنن ترمذی کو جامع ترمذی (بھی) کہا جاتا ہے، یہ حدیث کی اہم اور بڑے فوائد والی کتابوں میں سے ہے، مؤلف نے اس میں احادیث کے جمع وترتیب، اُن کی فقہ کے بیان اور مسائل فقہیہ میں صحابہ وتابعین وغیرہ کے اقوال کے ذکر کی طرف توجہ دی ہے۔جن صحابۂ کرام کی حدیثوں کو ذکر نہیں کیا اُن کی طرف اپنے اس قول سے کہ''اس باب میں فلاں اور فلاں (صحابہ) سے (حدیثیں مروی) ہیں''اشارہ کر دیا ہے۔

امام ترمذی نے حدیثوں کی صحت اور اُن کے حسن وضعف کو بیان کر کے اُن کے درجات کا تعین کر دیا ہے۔جامع ترمذی میں رباعی حدیثیں زیادہ ہیں، ایک حدیث ثلاثی ہے جس کی تخریج ترمذی نے کتاب الفتن (2660) میں کی ہے۔کہتے ہیں:''ہم سے حدیث بیان کی اسماعیل بن موسیٰ الفزاری بن بنت السدی الکوفی نے، (وہ کہتے ہیں) ہم سے حدیث بیان کی عمر بن شاکر نے (وہ روایت کرتے ہیں) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک ایسا زمانہ آئے گا جب اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والا انگارا پکڑنے والے کے مانند ہوگا''۔

امام ترمذی نے کہا:''یہ حدیث اس سند سے غریب ہے''۔انتہیٰ

اس کی سند میں عمر بن شاکر ضعیف ہیں، لیکن حدیث شواہد کے ذریعہ صحیح ہے۔ملاحظہ ہو:''السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی نمبر(975)

جامع ترمذی کی کتابوں کی تعداد پچاس (50) اور اس کی حدیثوں کی تعداد تین ہزار نو سو چھپن (3956) ہے، جامع ترمذی کی سب سے عمدہ شرح شیخ عبد الرحمٰن مبارکپوری متوفی (1353ھ) کی کتاب''تحفۃ الاحوذی''ہے۔

جاری........

لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

اسامہ عبدالقادر النھیدی (استاذ جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ ممبرا)

زندگی یہ محض سانسوں کا تسلسل نہیں، بلکہ آزمائشوں اور امتحانات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ اس کی راہوں میں کہیں شامِ غم کے گہرے سائے پڑتے ہیں، کہیں مصیبتوں کے بادل چھا جاتے ہیں اور کہیں تکالیف کا ریلا سیلاب بن کر ہمارے وجود کو چیلنج کرتا ہے۔ ہر انسان اپنی ذات میں ایک پوری داستان لیے پھرتا ہے، جہاں کبھی وقت کی سُوئیاں بوجھل ہو جاتی ہیں اور کبھی غم کی طوالت روح کو نڈھال کر دیتی ہے۔ یہ وہ کٹھن گھڑیاں ہوتی ہیں جب دل ٹوٹنے لگتا ہے، امیدیں دم توڑ دیتی ہیں اور انسان خود کو چاروں طرف سے مایوسی کے قفل میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔

یہ تمام مشکلات، یہ تمام تاریکیاں، یہ لمبی ہوتی ہوئی شامیں اس بات کا اشارہ کرتی ہیں کہ انسانی قوت کی ایک حد ہے۔ جب انسان اپنی تدبیر اور طاقت سے عاجز آ جاتا ہے، جب ہر دروازہ بند ہو جاتا ہے، تو پھر ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے۔ یہ راستہ، در حقیقت، رب کی طرف لوٹنے کا راستہ ہے۔ یہ وہ یقین ہے جو مومن کے دل میں چراغ بن کر جلتا ہے، کہ کوئی بھی شب کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو، اس کی سحر ضرور طلوع ہوگی۔

یہی وہ جوہر ہے جسے دینِ اسلام نے ایمان کا نصف قرار دیا ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہے جو مایوسی کے قلعے کو ڈھا دیتا ہے۔ یہ وہ رختِ سفر ہے جو مشکل سے مشکل راہ کو آسان بنا دیتا ہے۔ یہی وہ طاقت ہے جسے ہم صبر کہتے ہیں۔ آیئے، اسی صبر کے فلسفے، اس کی علمی بنیادوں اور قرآن وحکمت کی روشنی میں اس کے انمٹ اثرات کو اجاگر کرتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ غم کی شام لمبی سہی، مگر ہے تو شام ہی، فانی اور عارضی۔

صبر یہ ایک لفظ نہیں، بلکہ قلبِ مومن کا جوہر اور ایمان کا نصف ہے۔ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے اس فلسفے کو ایک ابدی حقیقت میں ڈھالتے ہوئے فرمایا: ”الصبر نصف الإيمان، فإن الإيمان نصفان: نصف صبر ونصف شكر“۔ ”صبر ایمان کا آدھا حصہ ہے، کیونکہ ایمان دو حصوں پر قائم ہے، آدھا صبر اور آدھا شکر۔ (مدارج السالکین ۱/ ۴۵۵)

گویا جس نے تحمل اور ضبط کھو دیا، اُس نے اپنے ایمان کا ایک بازو توڑ دیا۔ غم کی گھڑیاں لمبی اس لیے لگتی ہیں کہ ہر دکھ وقت کے دھارے کو کھینچ کر طوالت بخش دیتا ہے۔ لیکن یہ طاقت، وقت کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹاتی، یہ انسان کو بدل دیتی ہے۔ وہ دل جو مشقت کی بھٹی میں تپ کر نکلتا ہے، وہ محض گوشت کا لوتھڑا نہیں رہتا، بلکہ تحمل اور رضا کا سونا بن جاتا ہے۔

یہ کوئی محض تسلی نہیں، یہ خالق کا ایک حتمی اعلان ہے جسے قرآنِ حکیم نے امرِ یقینی بنا دیا:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرہ:153]

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

یہ جملہ ایک وعدہ، ایک رفاقت اور ایک ملجا (پناہ گاہ) ہے۔ جب خالق و مالک خود انسان کا رفیق ہو، تو پھر مخلوق کا کوئی بھی غم اور دکھ کیا معنی رکھتا ہے؟ غم ایک عارضی سائے سے زیادہ کچھ نہیں۔

غم انسان کی زندگی میں وہ گہرا رنگ ہے جو روح کی گہرائی کو عیاں کرتا ہے۔ اگر زندگی سراسر خوشی ہوتی، تو انسان ایک سطحی مخلوق بن کر رہ جاتا، لیکن غم اسے گہرائی، بصیرت اور معرفت بخشتا ہے۔ اسی لیے تحمل، درحقیقت غم کی ایک روحانی تربیت ہے۔ یہ دکھ کو ضبط، وقار اور تسلیم کی زبان سکھاتا ہے۔

علی رضی اللہ عنہ نے اس تعلق کو نہایت بلیغ مثال سے واضح فرمایا: ''الصبر من الإيمان بمنزلة الرأس من الجسد، فإذا قطع الرأس، بطل الجسد''۔

''ایمان میں تحمل کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے جسم میں سر کی، جب سر کٹ جائے تو جسم بیکار ہو جاتا ہے''۔ [كتاب الصبر والثواب عليه – ابن ابی الدنیا: ص:24]

یہی وہ دقیق نکتہ ہے جو مومن اور کمزور دل انسان میں فرق پیدا کرتا ہے، کمزور غم کی یلغار میں بکھر جاتا ہے، جبکہ مومن غم کی بھٹی میں تپ کر نکھر جاتا ہے۔ غم کی شام طویل سہی، مگر شام ہی تو ہے، یعنی ختم ہونے والی۔ یہ فانی ہے، ابدی نہیں۔ جو تحمل سے کام لیتا ہے، وہ دراصل اپنے غم کو اپنے رب کے حضور ایک امانت رکھوا دیتا ہے، ایک ایسی امانت جس کا اجر وہ خود نہیں جانتا۔

قرآنِ کریم نے اس راستے کے مسافروں کی سب سے بڑی تعریف یہ فرمائی: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ، الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ [البقرة: 155-157] ''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو، جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

یہ کلمہ کوئی معمولی فقرہ نہیں، بلکہ تسلیمِ الٰہی کا حتمی اعلان ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب انسان اپنی ذات کے تمام کنٹرول کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، اپنے دکھ کو اس کی تقدیر کے ترازو میں رکھ کر مطمئن ہو جاتا ہے۔

قرآن کی آیات سے استدلال کرتے ہوئے ابنِ قیم اور دیگر سلف صالحین نے صبر و تحمل کی سب سے اعلیٰ صورت کو ''صبرِ جمیل'' کہا اور اس کی تعریف میں فرمایا:

''الصبر الجميل هو الذي لا شكوى فيه إلى الخلق''۔

''خوبصورت صبر وہ ہے جس میں مخلوق سے کوئی شکوہ نہ ہو''۔ [مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين'' الجزء الثاني، ص: 160]

یہ وہ صبر ہے جس کے ہونٹ خاموش رہتے ہیں مگر دل اللہ سے سرگوشی کرتا ہے۔ وہ صبر جو آنکھوں میں نمی رکھتا ہے مگر زبان پر شکوہ نہیں لاتا۔ یہ تقدیر کے سامنے شکوے کے بجائے تسلیم کا سجدہ ہے۔ یہ وہی صبر ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا جب فرمایا:﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ ''پس صبر ہی بہتر ہے اور تم جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مددگار ہے''۔[یوسف:18]

جب انسان اس راستے پر گامزن ہوتا ہے، تو یہ دراصل ایک اندرونی تبدیلی ہے، اللہ اس کے سینے کو وسعت دیتا ہے اور یہی وسعت روح کی روشنی بن کر اس کے غم کی تاریکی کو نگل جاتی ہے۔

زندگی کی شام، دراصل ایک بھرپور استعارہ ہے۔ سورج ڈوب رہا ہوتا ہے، لیکن روشنی مٹتی نہیں، بلکہ رنگ بدلتی ہے۔ اسی طرح، غم بھی مومن کی زندگی سے مٹتا نہیں، بلکہ ایمان کے رنگ میں ڈھل جاتا ہے۔ غم کا بادل ہمیشہ کے لیے آسمانِ دل پر نہیں چھا سکتا اس کے پیچھے ''سحرِ رضا'' چھپی ہوتی ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ دیکھیں، تاجدار رسالت مآب نے مومن کے احوال اور اس کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''عَجَبًا لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ''۔

''مومن کے معاملے پر تعجب ہے، اس کا ہر حال اس کے لیے بھلا ہے، یہ بات کسی اور کے لیے نہیں سوائے مومن کے۔ اگر اسے خوشی پہنچے تو وہ شکر کرتا ہے، جو اس کے لیے بھلا ہے، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے، جو اس کے لیے بھلا ہے''۔[صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير:حديث نمبر 2999]

قرآن میں اس جوہر کو صرف برداشت نہیں کہا گیا، بلکہ عملی استقامت کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ کا حکم ہے:﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾[النحل:127] ''اور صبر و تحمل کریں، مگر آپ کا صبر اللہ کے سہارے کے بغیر ممکن نہیں''۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ صبر انسان کا ذاتی فعل نہیں، بلکہ اللہ کا عطیہ ہے۔ جو اللہ سے جڑتا ہے، وہی اس طاقت، اور استقامت کو پا سکتا ہے۔ پس، یہ یقین اٹل ہے: لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے پس یہ ایک وقت ہے جو گزر جائے گا۔ اس کے بعد ابدیت کی صبح ہے، جہاں تحمل کرنے والوں کو اجرِ بے حساب سے نوازا جائے گا۔ صبر ہی وہ کشت زار ہے جہاں مصائب کے کانٹے خوشنودی کے پھول بن کر کھلتے ہیں۔

یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ ہم اس ''نصفِ ایمان'' کی حقیقت سے آشنا ہونے کے باوجود، روزمرہ کی زندگی میں اسے فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ ہم نے اپنی گھریلو پریشانیوں، مالی مشکلات اور تعلقات کے غموں میں، صبر کے ہتھیار کو گویا ترک کر دیا ہے۔ آج کا انسان، مادی ترقی کی انتہا پر کھڑا ہونے کے باوجود، اندر سے کھوکھلا اور بے قرار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ غم کی

شام ایک جھٹکے میں صبح میں بدل جائے، اور جب ایسا نہیں ہوتا تو وہ اضطراب اور مایوسی کے گہرے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

ہم رب کی معیت کے اس حتمی اعلان: "إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ" کو ایک لمحاتی تسلی سمجھ لیتے ہیں، جبکہ یہ ایک ابدی فارمولا ہے۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ غم، یہ آزمائشیں، یہ مشکلیں ایک امتحان ہیں، اور امتحان کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ ہم اس بات سے غافل ہو جاتے ہیں کہ لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے پس یہ ختم ہو جائے گی، بس اس کے ختم ہونے تک ہمیں امتحان میں کھڑا رہنا ہے۔

یہ صرف انفرادی غموں کی بات نہیں، بلکہ آج اُمتِ مسلمہ اجتماعی طور پر غم کی طویل ترین شام سے گزر رہی ہے۔ یہ شام، صرف ہمارے ملکوں کے ایوانِ سلطنت کے ظلم اور یک طرفہ ناانصافی کی تاریکی سے نہیں چھائی، بلکہ عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کی گھمبیر فضا نے بھی اسے مزید بوجھل بنا دیا ہے۔

ہماری روحیں آج فلسطین میں ہوتے ظلم و جبر، بیت المقدس کی پامالی اور ہر محاذ پر مسلمانوں کی خوں ریزی کو دیکھ کر چھلنی ہیں۔ ہمارے ہاتھ دعا کے لیے اٹھتے ہیں، ہم گریہ کرتے ہیں، لیکن جب دعا کا نتیجہ ہماری مقرر کردہ ٹائم لائن پر ظاہر نہیں ہوتا، تو ہم فوراً نا اُمیدی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھتے تو ہیں، مگر ہمارا دل فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔

کیا ہم نے یہ فرض کر لیا ہے کہ فتح اور نصرت ایک فوری ریڈی میڈ پروڈکٹ ہے؟ کیا ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ طویل جدوجہد، استقامت اور صبر کی بھٹی سے گزرنا ضروری نہیں؟

جب امت اجتماعی طور پر اپنے محور سے ہٹ جاتی ہے، تو اسے تاریکیاں گھیر لیتی ہیں۔ ہمارا غم یہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ شام طویل کیوں ہے، بلکہ ہماری فکر یہ ہونا چاہیے کہ کیا ہمارا صبر اور ہمارا یقین کافی مضبوط ہے؟ کیا ہم نے اپنے دکھوں کو مخلوق سے بیان کرنے کے بجائے خالق کے حضور پیش کیا ہے؟

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے ظلم کی طویل ترین راتوں کا سامنا کیا ہے، وہ صرف اور صرف اس یقین کی طاقت سے سرخرو ہوئے ہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ دعائیں کرتے تھے اور دعاؤں کے بعد مایوس نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا رب انہیں کبھی مایوس نہیں کرے گا۔ اللہ نے فرمایا: "لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ"۔ "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو"۔

یہ آخری سہارا ہمارا ایمان ہی ہے۔ چاہے ظلم کا پہاڑ کتنا ہی اونچا ہو، ناانصافی کی رات کتنی ہی گہری ہو، اور امتحان کتنا ہی مشکل ہو ہمیں اپنے دلوں میں یہ نعرہ زندہ رکھنا ہے کہ ہر رات کی ایک صبح ہوتی ہے، ہر آزمائش کا ایک انجام ہوتا ہے، اور ہر غم کی ایک حد ہوتی ہے۔

کیونکہ ہم جانتے ہیں، اور ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا ہے: لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

(پہلی قسط)

معرکۃ الآراء کتب کے مقدمات کا تعارفی سلسلہ

”مقدمہ تحفۃ الاحوذی“ علمی جامعیت کا حسین شاہکار

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

نوٹ: اس سلسلہ میں ہم ان شاء اللہ اپنے قارئین باذوق کی خدمت میں اسلامی تاریخ میں بعض ان کتابوں کے مقدمات کا تعارف اوران سے فوائد علمیہ پیش کریں گے کہ جن کتابوں کے مقدمات اسلامی علوم وفنون کا بحر بیکراں ہیں اور علمی حلقوں میں انہیں غیر معمولی قدرومنزلت حاصل ہے۔جیسے مقدمہ فتح الباری، مقدمہ صحیح مسلم، مقدمہ ابن کثیر،تاج العروس کا مقدمہ، مقدمہ لسان العرب،طبقات الشافعیہ الکبریٰ کا مقدمہ،"كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون کا مقدمہ "الوافي بالوفَيَات" کا مقدمہ مقدمة الجرح و التعديل لابن ابی حاتم، كتاب المجروحين لابن حبا ن وغیرہ کا مقدمہ۔

دوسری بات یہ کہ ہر کتاب کے مقدمہ کا تعارف دو فصل پر مشتمل ہوگا،فصل اول میں صاحب مقدمہ کا تعارف، فصل ثانی میں کتاب کے مقدمہ کا تعارف،سابقہ دراسات کا بیان مع فوائد علمیہ وغیرہ ان شاء اللہ ذکر کئے جائیں گے۔ ممکن ہے فصل اول، فصل ثانی کے مقابلے میں مختصر رہے۔

”مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے مؤلف کا تعارف“:

فصل اول:

نام اور کنیت: محمد عبدالرحمٰن، کنیت ابو العلیٰ۔

مولد و مسکن: سن 1283ھ مطابق 1865ء میں اعظم گڑھ کے مشہور علمی قصبہ مبارکپور میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

تعلیم وتربیت: گھر سے ہی انہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، پھر قرب وجوار کے علماء سے استفادہ کیا،اس کے بعد مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں استاذ الاساتذہ مولانا حافظ محمد عبداللہ غازی پوری اور مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی سے استفادہ کیا، پھر مولانا غازی پوری کی ایماء پر 1306 میں بالآخر شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر کے بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث پڑھی۔ذہبیٔ وقت قاضی حسین بن محسن انصاری یمانی سے بھی 1314ھ میں کتب ستہ کے علاوہ کئی ایک حدیث کی کتابیں پڑھیں۔

تدریسی خدمات: تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے وطن جاکر ''دارالتعلیم'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور اس میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔اس کے بعد کئی سال تک مدرسہ بلرام پور(گونڈہ) میں تدریس کے بعد مدرسہ اللہ نگر(گونڈہ) میں کئی سال تک تدریس فرمائی۔پھر کچھ مدت تک مدرسہ سراج العلوم(کنڈؤبونڈیہار) میں تدریس فرمائی۔بعدازاں اپنے استاذ حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ کے حکم پر مدرسہ احمدیہ(آرہ) میں کئی سال تک تدریس فرمائی۔پھر استاذ ہی کے حکم پر مدرسہ دارالقرآن والسنۃ کلکتہ گئے۔یہاں کافی عرصہ تدریس کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ ترک کرکے تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔(چالیس علماء اہل حدیث،عبدالرشید عراقی-ص142۔)نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردوبازارلاہور)

مشہور تلامذہ: عبدالسلام مبارکپوری مؤلف سیرۃ البخاری، علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی، صاحب مرعاہ المفاتیح علامہ عبیداللہ رحمانی،مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی،مولانا امین احسن اصلاحی۔

تصانیف:

1۔تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي(عربی) ۔2۔مقدمه تحفة الأحوذي(عربی) 3۔أبكار المنن في تنقيد آثار السنن(عربی) 4۔شفاء العلل شرح كتاب العلل۔ 5۔تحقيق الكلام في وجوب القراء ة خلف الإمام۔ 6۔نور الأبصار۔ 7۔تنوير الأبصار في تائيد نور الأبصار۔ 8۔ضياء الأبصار في رد تبصرة الأنظار۔ 9۔المقالة الحسنىٰ في سنية المصافحة باليد اليمنىٰ۔ 10۔القول السديد فما يتعلق بتكبيرات العيد۔ 11۔كتاب الجنائز۔ 12۔إعلام أہل الزمن من تبصرة آثار السنن۔ 13۔خير الماعون في منع الفرار من الطاعون۔

14۔تنقيد الدرة الغرة۔ 15۔الحق المبين في سنية المصافحة باليمين۔ 16۔الكلمة الحسنىٰ في المصافحة باليد اليمنىٰ۔ 17۔رسالة في ركعة الوتر۔ 18۔الدر المكنون في تائيد خير الماعون۔ 19۔الوشاح الإبريزي في حكم الدواء الإنكليزي۔ 20۔إرشاد الہام إلى منع خصاء البہائم۔ 21۔رسالة في مسائل العشر۔ 22۔تنقيد الجوہر النقي۔ 23۔شرح موطا امام مالک(عربی) 24۔رسالة ترجمان۔ 25۔نور العينين۔ 26۔رسالة في رفع اليدين للدعاء بعد الصلاة المكتوبة۔ 27۔القول الحسن کا جواب۔ 28۔فتاویٰ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ(ترتیب)29۔فتاویٰ مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ(ترتیب)30۔فتاویٰ مبارک پوری رحمہ

اللہ۔اس لسٹ میں مطبوع اورغیر مطبوع دونوں طرح کی کتابیں شامل ہیں۔

علم حدیث میں گہری دسترس کی بنیاد پر سعودی عرب کے حکمراں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن مرحوم نے بھی ان کو بیت اللہ شریف میں درس حدیث کے لیے دعوت دی،لیکن اس وقت وہ ''تحفۃ الاحوذی'' کی تالیف میں مشغول تھےاس وجہ سے انہوں نے معذرت کرلی۔(دبستان حدیث از اسحاق بھٹی:ص:187)

مفصل سیرت کے لیے رجوع کریں۔1-چالیس علماء اہل حدیث۔2-نزہۃ الخواطر۔3-مقدمۃ تحفۃ الأحوذی۔4-مقالات محدث مبارک پوری۔5-دبستان حدیث اسحاق بھٹی ص 182-216۔6-تذکرہ علماء مبارکپور۔7-مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری حیات اورخدمات از ڈاکٹر عین الحق قاسمی۔8-جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات۔9-ہندوستان میں علماء ومحدثین کی دینی خدمات از غازی عزیر۔-10العلامة المحدث المباركفوري ومنهجه في كتابه تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - وفي آخره نصوص وثائقية حول المباركفوري وفيها - إجازاته للشيخ محمد بن إبراهيم آل الشيخ

الناشر: دائر البشائر الإسلامية – بيروت. الطبعة: الأولى. سنة الطبع: 1430هـ. عدد الصفحات: 415. نوع الكتاب: رسالة علمية تقدم بها المؤلف لنيل درجة الماجستير.

فصل ثانی:

تحفۃ الاحوذی امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ ترمذی کی الجامع کی بے نظیر شرح ہے جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔عرب وعجم میں متداول ہےاورتمام مشائخ واعلام کے ہاں جامع ترمذی کے غوامض کے حل کے لیے ایک بہترین مرجع ہے۔اس کے متعدد ایڈیشن زیورِطبع سے آراستہ ہوچکے ہیں۔دارالفکر مصر میں بھی یہ عظیم الشان شرح دس جلدوں پر مشتمل شائع ہوئی ہےاوراس کا آخری ایڈیشن ۲۰۰۷ء میں دوضخیم جلدوں میں "بيت الأفكار الدولية الأردن" سے طبع ہوا ہے۔جو ۲۹۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔عمر رضا کحالہ نے "معجم المؤلفين" (ص:۵/۱۶۲) میں لکھا ہے: "تحفة الاحوذی" دوجلدوں میں ہے''اسی طرح مولانا سید عبدالحئی حسنی لکھنوی نے "نزهة الخواطر" (۸/۲۴۳) میں فرمایا ہے: یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے،مگر یہ بہرنوع درست نہیں۔حضرت مولانا ابوالاشبال احمد حفظہ اللہ نے بتلایا کہ مولانا عبدالصمد شرف الدین رحمہ اللہ نے ذکر کیا تھا کہ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ تحفۃ الاحوذی مصر سے شائع کرانا چاہتے تھے،انہوں نے مولانا عبدالصمد شرف الدین رحمہ اللہ کے توسط سے مصری مطبع خانوں سے رابطہ کیا۔مولانا چاہتے تھے کہ بذریعہ ڈاک اس کے پروف ملتے رہیں۔پروف ریڈنگ وہ خود کرنا چاہتے تھے،مگر بعد

مکانی کے باعث اصحاب مطبع نے انکار کر دیا۔مصری مطبع خانہ سے مایوسی کے بعد ۱۳۴۳ھ میں ہندوستان ہی میں اس کی طباعت کا فیصلہ کیا۔اس کی اطلاع مولانا تقی الدین ہلالی کو ندوۃ العلماء لکھنو میں دی تو انہوں نے اس کے متعلق ایک لمبا قصیدہ لکھ بھیجا۔جو طبع اول کی جلد چہارم کے آخر میں طبع ہوا۔محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کو اس کی کتابت کی فکر ہوئی وہ اس کی کتابت بھی کسی ایسے کاتب سے کروانے کے حق میں تھے جو ہمہ وقت یہی کام کرے، چنانچہ ڈھونکی نزد وزیر آباد میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے والدِ محترم جناب مولانا محمد ابراہیم کو اس کی کتابت کی سعادت حاصل ہوئی۔تحفۃ الاحوذی طبع ہند کی دوسری جلد کی فہرست کے آخر میں ان کا نام:"يلوح الخط في القرطاس دهراً" کا مصداق بنا ہوا ہے۔ان ابتدائی مراحل کے بعد اس کی پہلی جلد ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں برقی پریس دہلی سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔جلد دوم ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء میں، جلد سوم ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں اور جلد چہارم ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء میں طبع ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچی۔ (دیکھیں مقالات محدث مبارکپوری)

2۔مقدمہ تحفۃ الاحوذی کا تعارف:

تحفہ الاحوذی کا یہ علمی مقدمہ دو ابواب اور ''خاتمۃ المقدمۃ'' پر مشتمل ہے۔پہلا باب علمِ حدیث، محدثینِ کرام اور کتبِ احادیث کے تعارف پر مشتمل ہے۔جو اکتالیس فصلوں میں پھیلا ہوا ہے اور دوسرا باب امام ترمذی اور ان کی الجامع سے متعلقہ نادر مباحث کو محیط ہے جس کے تحت سترہ فصلیں ہیں۔

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے مقدمہ میں کتبِ احادیث کا تعارف ذکر کرنے کے ساتھ ان میں سے بعض اہم کتابوں کے بارے میں یہ نشاندہی بھی کی کہ یہ جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔حضرت محدث کی اس وضاحت پر ایک حلقہ نے طوفان اٹھایا اور بڑے نازیبہ کلمات سے اس کی پھبتی اڑائی گئی۔جس کا جواب جناب ڈاکٹر عین الحق قاسمی صاحب نے ''محدث مبارکپوری حیات و خدمات'' میں دیا اور اس کی وضاحت انہوں نے ایک مضمون میں بھی کی، جو ماہنامہ محدث بنارس ہند نومبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔اسی طرح ہمارے فاضل دوست جناب ڈاکٹر ظفر اللہ صاحب حفظہ اللہ صدر شعبہ علومِ اسلامیہ گورنمنٹ کالج سمندری فیصل آباد نے بھی ''محدث مبارکپوری اور ان کے ناقدین'' کے عنوان سے ایک مفصل مضمون لکھا اور بحث کا حق ادا کر دیا۔جو ہفت روزہ الاعتصام لاہور کی جلد نمبر ۵۲، ۳ جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ بمطابق ۴ اگست ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں طبع ہوا۔معاندین نے ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے سہارے جو بتنگڑ بنایا تھا۔جناب ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب ڈاکٹر حمید اللہ کے ہی مکتوب کا عکس دیکھ کر حقیقت واضح کر دی ہے۔جس میں انہوں نے لکھا ہے:"فأنا أحترمه كل الاحترام والآراء المنسوبة إلى عنه ليست قطعياً آرائي

وقاني الله من مثلها” کہ میں ان کا بھرپور احترام کرتا ہوں اور ان کے بارے میں میری منسوب آرا قطعاً میری نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھے۔جس سے محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی رائے ظاہر ہو جاتی ہے۔شائقین حضرات تفصیل کے لیے الاعتصام کا محولہ شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔(مقالات محدث مبارکپوری ص:38)

مقدمہ کا پہلا باب:

1:علم حدیث کی تعریف،موضوع اور مقصد کا بیان۔2:علم حدیث اور علم حدیث حاصل کرنے والوں کی فضیلت۔3: تدوین حدیث کا بیان۔4: کتابت حدیث کا بیان۔5: حجیت حدیث اور قرآن کریم سے اس پر عمل کے وجوب کے دلائل۔6:اسلامی تاریخ میں علم کے حاملین (علم کی نشر واشاعت کرنے والے) زیادہ تر غیر عرب (عجمی) تھے۔7: ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت۔8:محدثین نے علم حدیث پر کتابیں مختلف اغراض و مقاصد کے تحت تالیف کی ہیں۔9: کتب احادیث کے طبقات کا بیان۔10:علم حدیث میں مختلف قسم کی مصنفات کا ذکر۔11: جوامع کا ذکر۔12: کتب سنن کا ذکر جو کہ بہت ہیں۔13:مسانید کا ذکر جو کہ بہت ہیں۔14:مستخرجات اور مستدرکات کا ذکر۔15-مسلسلات کا بیان۔16:معاجم کا بیان۔17: کتب امالی کا بیان۔18-ان احادیث کی کتابوں کا بیان جو کہ خاص ابواب پر تالیف کی گئی ہیں،جنہیں اجزاء کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔19:اربعینات (وہ کتابیں جن میں صرف مختلف موضوعات یا ایک ہی موضوع پر چالیس احادیث ذکر کی جاتی ہیں) پر لکھی گئی کتابوں کا ذکر۔20: کتب ستہ کا بیان جو کہ صحاح ستہ کے نام سے معروف ہیں۔21: صحیح احادیث کے بیان میں،کہ وہ سب کی سب صحت میں ایک ہی درجے کی نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض کا درجہ دوسرے سے بلند واعلیٰ ہے۔22 کتب ستہ کے علاوہ دیگر کتب صحاح کا ذکر:23:ائمہ اربعہ(جن کے مذاہب کے پیروکار پائے جاتے ہیں) کی جانب منسوب کتب احادیث کا ذکر اور ان کے تراجم کا بیان۔24:ان احادیث کی کتابوں کا بیان جنہیں ائمہ احناف نے تصنیف کیا ہے اور ان کے تراجم اور یہ بہت کم ہیں۔25:علم اسماء الرجال کا بیان۔26:ائمہ جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کا بیان اور ان کتب کے مصنفین کا تذکرہ جن کا ذکر کشف الظنون کے مصنف نے کیا ہے۔27:علم اصول حدیث کا بیان،جسے علم روایت حدیث بھی کہا جاتا ہے۔پہلا زیادہ مشہور ہے۔28:غریب الحدیث پر لکھی گئی کتابوں کا بیان۔29: کتب احادیث کی مشہور شروحات کا بیان۔30:احکام کے باب میں لکھی گئی احادیث کی کتابیں جو کہ بہت ہیں۔31: کتب احادیث میں مختصرات کا ذکر۔32:تخریج احادیث پر لکھی گئی کتابوں کا ذکر۔33:موضوع

احادیث سے متعلق لکھی گئی کتابوں کا بیان ۔ 34: ناسخ ومنسوخ احادیث سے متعلق لکھی گئی کتابوں کا بیان ۔ 35: بظاہر متعارض نظر آنے والی احادیث کے درمیان تلفیق وتوفیق پرلکھی گئی کتابوں کا ذکر۔36: اہل حدیث کے انساب اوراس کے راویوں کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کا بیان ۔ 37: محدثین کی وفیات پرلکھی گئی کتابوں کا بیان۔38: اسماء صحابہ پرلکھی گئی کتابیں۔39: مختلف، مؤتلف، متفق، مفترق، مشتبہ اسماء والقاب وانساب وغیرہ پر لکھی گئی کتابوں کا بیان ۔ 40: بعض ان اصول کا ذکر جن کے ذریعہ احناف صحیح احادیث کو رد کرتے ہیں اوران اصولوں پر رد۔ 41: نادر ونایاب احادیث کی قلمی کتابیں اوران کے اماکن، تاکہ ان سے استفادہ ممکن ہوجس کی رسائی وہاں تک ممکن ہو۔

مقدمہ کا دوسرا باب:

یہ باب امام ترمذی اوران کی جامع سے متعلق خاص ہے، اس میں کل سترہ فصل ہیں۔

1: امام ترمذی رحمہ اللہ کی سوانح۔2: جامع ترمذی کی اہمیت ومحاسن۔3: جامع ترمذی کے رواۃ۔4: جامع ترمذی میں امام ترمذی کے شرائط کا بیان۔5: جامع ترمذی کا درجہ صحیحین کے بعد ہے یا سنن ابوداوٗد یا سنن نسائی کے بعد ہے؟ 6: جامع ترمذی میں موضوع حدیث نہیں ہے۔ 7: جامع ترمذی میں موجود ساری حدیثیں قابل عمل ہیں یا بعض غیر قابل عمل۔8: جامع ترمذی کے نام کا بیان۔9: جامع ترمذی کی شروحات اوران شروحات کے مصنفین کے تراجم۔ 10: جامع ترمذی میں امام ترمذی کے بعض عادات کا بیان ۔ 11: جرح وتعدیل، حدیث کی تصحیح وتضعیف سے متعلق امام ترمذی نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کی تشریح اور بعض مذاہب کا بیان۔12- ان ائمہ حدیث اور فقہاء محدثین کے تراجم کا ذکر جن کا ذکر امام ترمذی رحمہ اللہ نے مذاہب کے بیان میں اور جرح وتعدیل کے ضمن میں کیا ہے۔13- جامع ترمذی میں جن ائمۂ تفسیر کا ذکر ہے ان کے تراجم کا تذکرہ۔14- مشہور بڑے ائمۂ لغت کا ذکر، جن میں بعض کا ذکر امام ترمذی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔15- ترمذی میں مکرر احادیث وابواب کا ذکر۔16- حروف تہجی کے اعتبار سے جامع ترمذی کے رواۃ کا ذکر۔17- مقدمہ اور شرح میں میرے بعض استعمال کئے گئے الفاظ کی شرح۔

یہ مقدمہ اتنا اہم ہے کہ بعد میں دکتور عبدالعلیم عبدالعظیم البستوی رحمہ اللہ نے مستقل اپنی تعلیق اور اضافہ کے ساتھ پہلے باب کو شائع کیا جس کا نام ہے "فوائد في علوم الحديث وكتبه وأهله"۔ تقریباً 1040 صفحات پر یہ مشتمل ہے۔اس کتاب کا تعارف شیخ اسعد اعظمی حفظہ اللہ نے صوت الامہ مارچ 2012 ص 3 پر پیش کیا ہے۔

جاری.....

خواتین قلمکار کے لیے ماہانہ مجلہ ”اہل السنہ“ ممبئی کی ایک جدید پیشکش

اہلُ السُنَّة
Ahl Us Sunnah

اکتوبر ۲۰۲۶ء | October 2026

گوشۂ خواتین

فہرست

کیا ہاتھوں اور پیروں پر لگی مہندی زینت میں شامل نہیں؟	ام محمد خوشنما مصلح الدین	37
عصرِ حاضر میں طالباتِ علم کی اصلاحی کمزوریاں: ایک شرعی وفکری جائزہ	عائشہ أمۃ النور بنت جمیل الدین	39
حسد کی تباہ کاریاں، اسباب اور علاج (قرآن وسنت اور۔۔۔) (قسط ثانی)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	43
ریلز کا فتنہ اور ہماری زندگیاں: ایک لمحۂ فکریہ	تلخیص وپیشکش: ام محمد خوشنما مصلح الدین	49

ایڈیٹر: ام محمد خوشنما مصلح الدین حفظہا اللہ
(طالبہ ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سعودی عرب)

رابطہ نمبر برائے خواتین قلمکار
+91 -7045788737
ahlussunnah.ms@gmail.com

کیا ھاتھوں اور پیروں پر لگی مہندی زینت میں شامل نہیں؟

ام محمد خوشنما مصلح الدین (جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ)

عصرِ حاضر میں جہاں زیب و زینت کے اظہار کو عام اور جدید طرزِ زندگی کا لازمی حصہ سمجھا جانے لگا ہے، وہیں اسلامی تعلیمات ہمیں حیا اور پردے کے ان زریں اصولوں کی یاد دلاتی ہیں جو معاشرے کو فتنوں سے محفوظ رکھتے ہیں، اسلام عورت کو اپنے شوہر اور محرم رشتوں کے لیے زیب و زینت اختیار کرنے کی مکمل اجازت اور ترغیب دیتا ہے، عورت کے لیے زیب و زینت کی خاطر اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی اور نقش و نگار لگانا بالکل جائز ہے، لیکن اس پر واجب ہے کہ وہ اسے چھپائے رکھے اور غیر محرم مردوں کی موجودگی میں مہندی لگے ہاتھ یا پیر ہرگز ظاہر نہ کرے۔

آج کے دور میں جب سوشل میڈیا (فیس بک، انسٹاگرام، واٹس ایپ پروفائل، اسٹیٹس وغیرہ) پر مہندی لگے ہاتھوں اور پیروں کی تصاویر شیئر کر کے نمائش کرنے کا رجحان عام ہو چکا ہے، بعض اوقات ''ایستھیٹک'' (Aesthetic) ٹرینڈز کے نام پر چہرہ چھپا کر صرف مہندی لگے ہاتھوں، انگوٹھیوں یا کلائی میں پہنی گئی گھڑی کے ساتھ کسی کتاب یا چائے کے کپ کی تصاویر شیئر کی جاتی ہیں، بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ چہرہ نہ دکھانے سے پردے کا تقاضا پورا ہو گیا، حالانکہ مہندی اور زیورات سے مزین ہاتھ بذاتِ خود باعثِ کشش ہیں اور شرعی لحاظ سے یہ بھی بے پردگی اور تبرج (زینت کی نمائش) کے زمرے میں آتے ہیں، نیز بازاروں اور تعلیمی اداروں میں غیر محرم مردوں کے سامنے سج دھج کر نکلنے کا رجحان عام ہو چکا ہے، ایسے حالات میں یہ شعور بیدار کرنا انتہائی ضروری ہے کہ پردے کا حکم صرف لباس تک محدود نہیں، بلکہ ہر اس کشش اور زینت پر لاگو ہوتا ہے جو فتنے کا سبب بن سکتی ہے، مہندی بھی اسی کشش اور زینت کا ایک اہم حصہ ہے۔

یہی غفلت عیدین اور شادی بیاہ کے مواقع پر بھی دیکھنے میں آتی ہے، ان مواقع پر مہندی لگانا خواتین کا پسندیدہ عمل ہے، لیکن عموماً پردے کے احکامات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، دلہن یا دیگر خواتین کے مہندی لگے ہاتھوں کی تصویر کشی، ان تصاویر کا غیر محرم رشتہ داروں (جیسے دیور، کزن وغیرہ) تک پہنچنا، یا کیمرہ مین کے سامنے بے تکلفی سے سجے ہوئے ہاتھوں کی نمائش کرنا ایک عام لیکن سنگین شرعی کوتاہی ہے جس کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔

چنانچہ اسی تناظر میں اکابر علمائے کرام کے فتاویٰ ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ ہاتھوں اور پیروں پر لگی مہندی بھی اسی شرعی زینت میں شامل ہے جسے نامحرم مردوں سے چھپانا ضروری ہے، چنانچہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

’’جب عورتیں اپنے ہاتھوں یا پیروں پر مہندی لگائیں تو ان پر لازم ہے کہ اسے نامحرم مردوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھیں، انہیں چاہیے کہ اپنے حجاب اور لباس کے ذریعے اسے اچھی طرح ڈھانپ کر رکھیں، کیونکہ مہندی لگے ہاتھ اور پاؤں فتنے کا باعث بن سکتے ہیں‘‘۔[فتاویٰ نور علی الدرب لابن باز:۲۷۲/۱۷]

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ(۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

’’ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ مہندی کا شمار بھی اسی زیب وزینت میں ہوتا ہے جسے عورت کے لیے ان افراد کے علاوہ کسی اور کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں، جن کے روبرو اللہ تعالیٰ نے زینت ظاہر کرنے کی رخصت دی ہے، لہٰذا وہ اسے نامحرم مردوں کے سامنے ہرگز ظاہر نہ کرے، مثال کے طور پر اگر کسی عورت کو ضرورت کے تحت بازار جانا پڑے اور اس نے ہاتھوں یا پیروں میں مہندی لگا رکھی ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ ہاتھوں کو (دستانے وغیرہ کے ذریعہ) ڈھانپ کر رکھے، اور پیروں میں موزے پہن لے‘‘۔[فتاویٰ نور علی الدرب لابن عثیمین:۲/۷]

نیز شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

’’عورت کے لیے زیب وزینت کی خاطر اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگانا جائز ہے، لیکن اس پر واجب ہے کہ وہ اسے چھپائے رکھے اور غیر محرم مردوں کی موجودگی میں مہندی لگے ہاتھ یا پیر ظاہر نہ کرے‘‘۔

[youtu.be/W2yh4UhoBMc?si=nmOZ8aHVgalWDRqm//:https]

آج مسلمان عورتوں اور بچیوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس واضح فرمان:﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾[النور: ۳۱]

’’اور وہ اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں‘‘۔ پر غور کرنا چاہیے، اس آیت میں جسم کی ہر قسم کی ظاہری زینت اور بناؤ سنگھار شامل ہے، جس میں مہندی، چوڑیاں، انگوٹھیاں اور دیگر زیورات بھی آجاتے ہیں، جنہیں ہر حال میں نامحرموں سے چھپانا واجب ہے۔

لہٰذا خواتین کو چاہئے کہ وہ سوشل میڈیا پر اپنے اعضاء (ہاتھوں، پیروں یا آنکھوں وغیرہ) کی تصاویر شیئر کرنے سے مکمل گریز کریں، مزید یہ کہ جب بھی کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا پڑے، تو شرعی عبایا کے ساتھ ساتھ دستانوں اور موزوں کا اہتمام لازمی کریں، تاکہ وہ نامحرم مردوں کی نگاہوں کا مرکز بننے سے محفوظ رہیں، یاد رکھیں! کہ ظاہری پردہ دراصل باطنی تقویٰ اور دل کی پاکیزگی کا آئینہ دار ہے، ایک مسلمان عورت جب اپنے رب کی رضا کی خاطر اپنی زینت کو چھپاتی ہے، تو یہ عمل نہ صرف معاشرہ کو پاکیزہ رکھتا ہے، بلکہ اللہ کے ہاں اس کے وقار، عزت اور درجات میں بے پناہ اضافے کا سبب بنتا ہے۔

عصرِ حاضر میں طالباتِ علم کی اصلاحی کمزوریاں: ایک شرعی وفکری جائزہ

عائشہ أمة النور بنت جمیل الدین

علمِ دین اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے، چنانچہ دین کا علم حاصل کرنے والی خواتین دراصل اس امت کی مربیات، گھروں کی اصلاح کرنے والیاں اور آنے والی نسلوں کی رہنما ہوتی ہیں، ان کا علم حاصل کرنا محض ذاتی اصلاح نہیں بلکہ پورے معاشرے کی اصلاح ہے، لیکن موجودہ دور کے مختلف فتنوں، آزمائشوں اور سوشل میڈیا کی بے لگامی نے طالباتِ علم کے راستے میں کئی نئے چیلنجز کھڑے کردیئے ہیں۔

زیرِ نظر تحریر انہی غلط رویوں اور کمزوریوں کا ایک اصلاحی وشرعی تجزیہ ہے، تاکہ ہر طالبۂ علم اپنی اصلاح کی طرف قدم بڑھائے اور علم کے نور سے اپنے کردار کو منور کرسکے۔

بارہا میں نے ان چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے، بلکہ افسوس اس بات پر ہے کہ ہماری کئی اسلامی بہنیں ان شرعی واخلاقی برائیوں میں ملوث ہیں مگر انہیں یہ احساس تک نہیں کہ یہ کتنے سنگین گناہ ہیں:

(۱) عدمِ اخلاص اور شہرت طلبی کا فتنہ:

علم کی پہلی سیڑھی نیت کی درستی ہے، جب نیت ہی بگڑ جائے تو علم بگاڑ کا سبب بن جاتا ہے، آج بعض طالباتِ علم کے حصول کو شہرت، تعریف یا اپنی امیج بنانے کا ذریعہ سمجھنے لگتی ہیں، جبکہ یہ وقتی دھوکہ اور دنیا وآخرت کا نقصان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں کو سخت وعید سناتے ہوئے فرمایا:

”مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَهُوَ فِي النَّارِ“۔ [سنن ابن ماجه : ٢٥٣، حسنه الألباني رحمه الله]

”جو شخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے کہ بے علم (عوام) سے بحث کرے یا علماء کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے، وہ جہنم میں جائے گا“۔

(۲) انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا بے جا استعمال:

طالباتِ علم کے لیے انٹرنیٹ بیک وقت ایک سہولت بھی ہے اور ایک شدید آزمائش بھی، آج کثیر تعداد ایسی ہے جو علم کے نام پر وقت کے بڑے حصے کو بے فائدہ ویڈیوز، غیر مستند اقوال اور غیر محقق معلومات پر ضائع کردیتی ہے، سفرِ علم

میں وقت کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، انٹرنیٹ پر غیر مستند ذرائع سے فتاویٰ، اقوال اور دلائل لے کر انہیں آگے پھیلانا آج کے دور کا ایک بڑا فتنہ ہے، یاد رکھیں! بغیر علم کے کسی مسئلے میں بول پڑنا نہ صرف گمراہی کا راستہ کھولتی ہے بلکہ طالبۂ علم کے مقام کو بھی گرا دیتی ہے۔

(۳) حجاب کے نام پر تصاویر کی نمائش:

آج عام خواتین تو دور بلکہ نیک، دین دار خواتین حتیٰ کہ مشہور و معروف عالمات و فاضلات بھی اس فتنے کی شکار ہیں، یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو پردے میں ہیں مگر ان کا پردہ پوری دنیا کے سامنے ظاہر ہے، کچھ طالبات سمجھتی ہیں کہ چونکہ چہرہ ڈھکا ہے، لہٰذا تصویر حلال ہے، کچھ ''اسلامک فیشن'' کے نام پر اپنی شخصیت کا تاثر پوری دنیا تک پہنچاتی ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف زینت چھپانے کا حکم دیا، بلکہ زینت کے اسباب کو بھی چھپانے کا حکم دیا ہے:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ [النور : ۳۱]

''مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں''۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ''۔[سنن ترمذی : ۱۱۷۳، صحیح]

''عورت (سراپا) پردہ ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کا پیچھا کرتا ہے''۔

میری بہنو! یہ کتنی عظیم بات ہے کہ نمائش شیطانی راستہ بن سکتی ہے، خصوصا طالباتِ علم کے لئے یہ روش ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنے حجاب، جلباب یا دینی شناخت کی تصاویر نشر کریں چاہے واٹس اپ ڈی پی پر ہو یا اسٹیٹس، انسٹا یا فیس بک وغیرہ پر۔

(۴) ذاتی زندگی، مختلف کھانے، ذاتی دسترخوان اور روزمرہ معمولات کی نمائش:

موجودہ دور کی سب سے خطرناک وبا ''زندگی کی نمائش'' ہے، خصوصاً خواتین کھانے کی تصاویر، ذاتی اشیاء، کپڑے، سفر، حتیٰ کہ بعض اوقات تو گھر کے افراد کی چیزیں سب کچھ سوشل میڈیا پر نشر کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، افسوس کہ یہ عمل پڑھی لکھی دینی خواتین کا ٹرینڈ بن چکا ہے، جبکہ طالبۂ علم کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ زندگی کی غیر ضروری نمائش، غیر مفید امور اور فضولیات و تحسینیات سے حتیٰ الامکان اپنا دامن محفوظ رکھے کہ یہی اس کے اسلام کی خوبی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ“۔[سنن ترمذی : ۲۳۱۷، صحیح]

”کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے“۔

عزیز بہنو! اپنی ذاتی اشیاء، اپنا دسترخوان نیز نجی زندگی کی تفصیلات نشر کرنا کوئی عقل مندی نہیں بلکہ یہ حسد، بغض اور نظر بد جیسی جان لیوا بیماریوں کی اصل ہے۔

(۵) غیر منہجی مباحث اور بغیر علم کے گفتگو کرنا:

کچھ طالبات چند مضامین یا چند اسباق پڑھ لینے کے بعد بڑے بڑے علمی مسائل پر گفتگو شروع کر دیتی ہیں، مثلاً: عقیدہ کے دقیق مسائل، اصولِ فقہ کے بڑے مباحث، فرقوں پر فیصلے، یا فقہی اختلافات میں شدت، یہ سب خطرناک اعمال میں سے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد رکھیں:

”مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ“۔ [سنن أبي داود : ۳۶۵۷، حسن]

”جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اس پر ہوگا جس نے فتویٰ دیا ہے“۔

(۶) علمی خیانت (AI یا ChatGPT کا مواد اپنی طرف منسوب کرنا):

یہ نئے دور کی نئی آزمائش ہے، کافی پہلے سے یہ چیز چلی آرہی تھی کہ کوئی کسی کی تحریر کو اپنی طرف منسوب کر لیتا، مگر آج کل یہ بہت عام ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ مصنوعی ذہانت سے تیار شدہ مواد کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، بہت سی طالبات پوری تحریر مصنوعی ذہانت سے لکھواتی ہیں اور اسے اپنی محنت ظاہر کرتی ہیں، یہ واضح علمی خیانت اور دیانت کے خلاف عمل ہے، نیز اس سے دلوں میں علم کا نور بجھا دیا جاتا ہے، علم کی برکت ختم کر دی جاتی ہے اور شیطانی عمل کے راستے ہموار ہوتے ہیں، یہ بدترین عمل بھی واضح دھوکہ میں شامل ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي“۔[صحیح مسلم : ۲۹۴]

”جس نے دھوکا کیا، وہ مجھ سے نہیں“۔ (ان لوگوں میں سے نہیں جنہیں میرے ساتھ وابستہ ہونے کا شرف حاصل ہے)۔

عزیز بہنو! علم کے میدان میں جھوٹ سب سے بڑا ضرر اور دھوکہ ہے، Chat gpt، AI وغیرہ معاون ضرور ہو سکتے ہیں مگر متبادل نہیں! تحریر آپ خود لکھیں، سمجھیں، اور تحقیق کریں، یہی آپ کے علم کی اصل پہچان ہے۔

(۷) وقت کا ضیاع اور غیر ضروری مشاغل:

طلاب العلم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ علم کا سفر مستقل محنت مانگتا ہے،لیکن بعض طالبات فیشن،ٹرینڈز، دوستوں کی لمبی باتیں،سیلفیز اور چھوٹی چھوٹی مصروفیات میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیتی ہیں،جبکہ وقت کی اہمیت کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے:

”لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ۔۔۔“[سنن ترمذی : ٢٤١٧، صحیح]

”قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر (وقت) کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا۔۔۔“

یہ وقت ہی اصل زندگی ہے،عموماً سبھی کے لیے اور خصوصاً طالباتِ علم کے لیے وقت بہت بڑی امانت ہے،اگر آپ اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں تو درحقیقت آپ کا علم بھی ضائع ہو رہا ہے!

امت کی چراغوں کے نام اہم پیغام:

میری پیاری بہنو! آپ کوئی عام لڑکی نہیں ہیں، بلکہ اللہ رب العزت نے آپ کو چن کر اپنی خاص بندیوں میں شامل کیا ہے،آپ حقیقت میں وہ بیج ہیں جو آنے والی نسلوں کو فکر،حیا،دین،ادب،اور شعور کا سایہ عطا کریں گی ان شاء اللہ، اگر آپ کی نیت خالص ہو،کردار پاک ہو،پردہ حقیقی وشرعی ہو،زبان سنجیدہ ہو اور زندگی میں پرہیزگاری ہو تو آپ کا علم باعث نور وبرکت ہے۔اور اگر آپ کے عمل میں دکھاوا،لاپرواہی،نمائش،وقت کا ضیاع اور علمی خیانت شامل ہو جائے تو علم بجائے نفع کے نقصان کا باعث ہے۔ (نسأل الله السلامة، ونعوذ به من الفتن ما ظهر منها وما بطن)

لہٰذا ہر طالبۂ علم پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو محاسبہ،حیا،تقویٰ،سچائی اور حقیقت پسندی میں ڈھالے،اور اس شعور کو اپنے دل وذہن میں محفوظ کر لے کہ علم ایک عظیم عبادت ہے،اور ہر عبادت اخلاص کا محتاج ہے۔

اللہ رب العالمین ہمیں اخلاصِ نیت اور سلیقۂ عبادت عطا فرمائے، ہمارے علم کو مفید اور اعمال کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین یارب العالمین

(دوسری اور آخری قسط)

حسد کی تباہ کاریاں، اسباب اور علاج

(قرآن وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں)

ام محمد خوشنما مصلح الدین (جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ)

حسد کے اسباب:

معاشرہ میں حسد کے پنپنے اور پروان چڑھنے کی کئی وجوہات ہیں، ان میں سے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) دشمنی اور کینہ: یہ حسد کا سب سے بڑا اور طاقتور سبب ہے، جب کسی انسان کو دوسرے شخص سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا ان کے مقاصد آپس میں ٹکراتے ہیں، تو دل میں غصہ اور کینہ جڑ پکڑ لیتا ہے، کینہ پرور شخص ہمیشہ انتقام اور تسکین کا متلاشی رہتا ہے، چنانچہ جب اس کے دشمن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے، اور جب اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو شدید رنجیدہ ہوتا ہے، یہ کیفیت بالآخر شدید ترین حسد میں تبدیل ہو کر انسان کی بصیرت چھین لیتی ہے۔

(۲) تکبر اور غرور: متکبر مزاج کا حامل شخص اپنے کسی ماتحت، غریب، یا کم تر سمجھے جانے والے فرد کو اعلیٰ نعمت ملتے ہوئے ہرگز برداشت نہیں کر پاتا، اسے ہمیشہ یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ اگر اس کے ماتحت کو نعمت یا مقام مل گیا، تو وہ اس کی ماتحتی سے نکل کر اس کے برابر کھڑا ہو جائے گا۔

(۳) عزتِ نفس کا بے جا غرور: بعض اوقات انسان پر یہ بات سخت گراں گزرتی ہے کہ اس کا کوئی ہم پلہ، دوست یا جاننے والا مال، علم، یا منصب میں اس سے آگے بڑھ جائے، اسے یہ بے بنیاد خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ ترقی کرنے کے بعد وہ شخص اس پر تکبر کرے گا، لہٰذا وہ اپنی جھوٹی انا کی تسکین کی خاطر تمنا کرتا ہے کہ اس شخص سے وہ نعمت چھن جائے تاکہ دونوں کی برابری برقرار رہے۔

(۴) نفس کی خباثت اور بخل: بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا کسی سے کوئی مقابلہ، پرانی دشمنی یا منصب کی کشمکش نہیں ہوتی، لیکن ان کی نفسیات اس قدر بیمار ہو چکی ہوتی ہے کہ کسی کی خوشحالی، کامیابی یا ترقی کا سن کر ان کا دل بلاوجہ سلگنے لگتا ہے، یہ وہ بخیل لوگ ہیں جو اللہ کی تقسیم کردہ نعمتوں پر بھی بخل کرتے ہیں، گویا وہ نعمتیں ان کے ذاتی خزانے سے دی جا رہی ہوں، اس قسم کا حسد سراسر نفس کی غلاظت اور طبعی خباثت کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اس کا علاج سب سے زیادہ کٹھن ہے۔

(۵) حیرت اور استعجاب کا غلط رُخ: یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان کسی کی کامیابی پر حیران ہو کر اسے اس نعمت کا حقدار نہ سمجھے، مثال کے طور پر پچھلی امتوں کو اس بات پر سخت حیرت ہوتی تھی کہ انہی جیسا ایک عام

انسان رسالت، وحی اور اللہ کے قرب کے مرتبہ پر کیسے فائز ہو گیا؟ چنانچہ انہوں نے محض اس گھبراہٹ میں حسد کیا اور نبوت چھن جانے کی تمنا کی کہ انہی جیسا ایک انسان ان پر فضیلت کیسے پا گیا۔

(۶) مقاصد اور اہمیت فوت ہونے کا ڈر: یہ حسد عموماً ان لوگوں کے درمیان ہوتا ہے جو کسی ایک ہی مقصد کے حصول کے لیے کوشاں ہوں اور ان کے درمیان سخت مسابقت ہو، مثال کے طور پر ایک ہی استاد کے دو شاگرد یا ایک ہی دفتر کے دو ملازم، ان میں سے ہر ایک کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ دوسرے کی کامیابی سے اس کی اپنی اہمیت ختم ہو جائے گی، یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد بھی اسی نوعیت کا تھا، جنہیں یہ ڈر تھا کہ یوسف علیہ السلام کی موجودگی میں انہیں والد کی بھرپور توجہ نہیں مل سکے گی۔

(۷) قیادت اور جاہ و منصب کی محبت: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کسی خاص فن، علم یا منصب میں صرف اسی کا نام ہو اور وہ بے نظیر کہلائے، تو جب بھی وہ سنے گا کہ دنیا میں اس کا کوئی ہم پلہ موجود ہے، تو اسے شدید دلی رنج ہوگا، وہ اس شخص کی موت، رسوائی یا اس کے ہنر کے زوال کی تمنا کرے گا تاکہ اس کی انفرادیت کی کرسی قائم رہے، یہود کے علماء کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد اسی نوعیت کا تھا، انہیں اپنی مذہبی چودھراہٹ اور علمیت کا رعب چھن جانے کا شدید خوف تھا۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ اس حوالہ سے فرماتے ہیں: ''حسد کے تمام تر اسباب کی اصل اور بنیادی وجہ دنیا کی محبت ہے''۔[مختصر منہاج القاصدین لابن قدامة، ص:۱۸۸]

حاسد اپنے نفس کا علاج کیسے کرے؟

حاسد کے لیے اپنے نفس کا علاج کرنے اور حسد جیسی مہلک قلبی بیماری سے نجات پانے کے لیے درج ذیل امور پر غور کرنا اور عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے:

(۱) حاسد پر لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اس کا دل بیمار اور حسد کی غلاظت سے آلودہ ہو چکا ہے، اس روگ کے علاج اور قلب کی پاکیزگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایمان کے ارکان (اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یومِ آخرت اور تقدیر کی اچھائی و برائی) پر اپنے یقین کو مزید پختہ کرے۔

(۲) اسے یہ بخوبی جان لینا چاہیے کہ حسد دل کی خطرناک ترین بیماریوں میں سے ایک ہے، یہ ایک ایسا مذموم اخلاق ہے جو انسان کی مروت اور شرافت کو داغدار کر دیتا ہے، اور اسی روگ کے باعث حاسد ہمیشہ رنج و الم کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔

(۳) حاسد کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حسد درحقیقت اللہ عزوجل کی قضاء وقدر پر اعتراض اور اس کے فیصلوں پر ناگواری کا اظہار ہے، جو انسان کے دین وایمان کے لیے انتہائی مہلک ثابت ہوسکتا ہے، لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ اس گناہ سے سچی توبہ کرے، اللہ کی رضا پر راضی رہے اور دوسروں کے لیے بھی وہی کچھ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔

(۴) حاسد اللہ کی قضاء وقدر پر کامل ایمان رکھے اور یہ پختہ یقین رکھے کہ کوئی بھی ذی روح اپنا مقررہ رزق اور مدتِ حیات پوری کیے بغیر موت سے ہمکنار نہیں ہوسکتی، اس لیے جو چیز اس کے دائرہ اختیار میں نہیں، اس کی طمع اور حرص سے کلی طور پر گریز کرے۔

(۵) حاسد کو یاد رکھنا چاہیے کہ ابلیس کو آدم علیہ السلام سے حسد اور تکبر کرنے کی بنا پر ہی جنت سے نکالا گیا تھا، اسے اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کا یہ عمل اسے بھی ابلیس کی طرح اللہ کی رحمت سے ہمیشہ کے لیے محروم نہ کردے۔

(۶) وہ اس بات کا شعور بیدار کرے کہ حسد کرنا دراصل یہودیوں کی قبیح خصلتوں اور ان کے مذموم کردار سے مشابہت اختیار کرنا ہے۔

(۷) جب بھی کسی کی کوئی نعمت یا خوبی پسند آئے، یا دل میں حسد کا خیال پیدا ہوتو فوراً "ماشاء اللہ لا قوة إلا باللہ" کہے اور اس شخص کے حق میں برکت کی دعا کرے، یہ عمل حسد کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(۸) اپنے دل کی پاکی اور سکون کے لیے کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور قرآنِ مجید کی تلاوت کا باقاعدہ اہتمام کرے۔

حاسد کے شر سے بچاؤ کے چند بنیادی اسباب:

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے حاسد کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے قرآن وسنت پر مبنی دس نہایت جامع اور مجرب اسباب بیان فرمائے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا:

اللہ تعالیٰ کے حضور حاسد کے شر سے پناہ مانگنا، اسی کی طرف رجوع کرنا اور اسے اپنا قلعہ بنانا بہترین دفاع ہے، بالخصوص معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا اہتمام کرنا ایک انتہائی مضبوط حفاظتی حصار ہے۔

(۲) تقویٰ اور احکام الٰہی کی پابندی:

جو شخص اللہ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے، اللہ اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیتا ہے، قرآن کا وعدہ ہے:

﴿وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔـا﴾[آل عمران: ۱۲۰]

ترجمہ:''تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا''۔

(۳) صبر اور درگزر سے کام لینا:

حاسد اور دشمن کی ایذا رسانی پر صبر کرنا اور اس سے الجھنے سے گریز کرنا عظیم کامیابی ہے، حاسد پر فتح پانے کے لیے صبر اور اللہ پر توکل سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنۡ عَاقَبَ بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِىَ عَلَيۡهِ لَيَنۡصُرَنَّهُ اللّٰهُ﴾ [الحج: ٦٠]

ترجمہ:''اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا''۔

ذرا سوچیں! جب اللہ نے بدلہ لینے والے مظلوم کی مدد کا وعدہ کیا ہے، تو اس شخص کا مقام کتنا بلند ہوگا جو اپنا حق وصول کیے بغیر صبر کا دامن تھامے رکھے؟

(۴) اللہ پر کامل توکل:

توکل شر کو دفع کرنے کا سب سے طاقتور اور موثر ذریعہ ہے:﴿وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ﴾ [الطلاق: ۳] ترجمہ:''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا''۔

(۵) دل کو حاسد کے خیالات سے فارغ رکھنا:

ہر وقت حاسد کے بارے میں سوچنا، اس کی سازشوں سے خوفزدہ رہنا اور دل کو اسی فکر میں مبتلا رکھنا دراصل حاسد کو اس کے مقصد میں کامیاب کرنا ہے، اپنے ذہن کو ان منفی خیالات سے مکمل طور پر پاک کر لینا حاسد کے شر کو بے اثر کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

(٦) اللہ کی طرف کامل رجوع اور اخلاص:

دل میں اللہ کی محبت، اس کی رضا کی طلب اور آخرت کی فکر اس قدر بسا لیا جائے کہ حاسد کے تفکرات اور شیطانی وسوسوں کے لیے دل کے نہاں خانے میں کوئی جگہ باقی ہی نہ رہے۔

(۷) گناہوں سے سچی توبہ اور استغفار:

بسا اوقات انسان پر دشمنوں اور حاسدوں کا مسلط ہونا اس کے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے:

﴿وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ﴾[الشوری: ۳۰]

ترجمہ:''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے''۔

چنانچہ ہر حال میں گناہوں سے سچی توبہ اور کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔

(۸)صدقہ،خیرات اور احسان:

حسبِ استطاعت صدقہ اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا مصیبتوں کو ٹالنے،نظرِ بد سے بچنے اور حاسد کے شر کو دور کرنے میں انتہائی حیرت انگیز اثر رکھتا ہے۔

(۹)برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا:

یہ نفس پر سب سے بھاری مگر دشمن کو زیر کرنے کا سب سے کارگر طریقہ ہے،جس کی توفیق صرف خوش نصیبوں کو ملتی ہے،حاسد،ظالم اور اذیت دینے والے کی نفرت کی آگ کو اس پر احسان کر کے بجھانا چاہیے،یعنی وہ جتنا ظلم کرے، آپ اس کے ساتھ اتنی ہی بھلائی اور شفقت کریں،قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَلَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَكَ وَبَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ﴾[فصلت: ٣٤]

ترجمہ:''نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست''۔

(۱۰)توحید کا خالص ہونا:

بقیہ تمام اسباب کا مدار اسی دسویں سبب پر ہے،انسان کا یہ پختہ عقیدہ ہو کہ نفع ونقصان صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، اپنی سوچ کو دنیاوی اسباب سے ہٹا کر مسبب الاسباب (اسباب پیدا کرنے والے رب) کی طرف مرکوز کریں،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ بِخَیۡرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾[الأنعام: ١٧]

ترجمہ:''اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں،اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ

لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ“۔

’’اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے‘‘۔ [سنن الترمذي: ٢٥١٦، صحيح]

جب بندے کی توحید خالص ہو جاتی ہے تو اس کے دل سے اللہ کے سوا ہر چیز کا خوف نکل جاتا ہے، توحید اللہ کا وہ مضبوط ترین قلعہ ہے جس میں داخل ہونے والا ہمیشہ کے لیے امن پا لیتا ہے۔[بدائع الفوائد لابن القيم:٢/ ٢٣٨-٢٤٥]

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

’’حاسد کے دل سے حسد کے خاتمہ کا علاج یہ ہے کہ وہ اس بیماری سے اللہ کی پناہ طلب کرے، اللہ تعالیٰ سے شفا اور عافیت کی دعا مانگے، اور جب بھی اسے کوئی چیز اچھی لگے تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے۔

دوسری جانب، محسود (جس سے حسد کیا جا رہا ہو) کے لیے علاج یہ ہے کہ وہ حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کی تلاوت کرے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرے اور صرف اسی کی ذات پر کامل توکل کرے‘‘۔ [المنتقي:١٦٧/١]

خلاصۂ کلام:

حسد ایک ایسی بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ کر سکتی ہے، سوشل میڈیا کی اس کھوکھلی دنیا میں جہاں ہر دوسری پوسٹ یا تصویر دلوں میں احساسِ کمتری کا بیج بو سکتی ہے، ہمیں اپنے قلوب کی کڑی نگرانی کرنی چاہیے، بالخصوص علماء، عالمات اور طلبۂ علم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے دلوں کو اس غلاظت سے پاک رکھیں، کیونکہ حسد ان کی دعوت، علم اور قرب الٰہی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، حاسد دراصل اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر معترض ہوتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا سیکھیں، دوسروں کو ملنے والی نعمتوں پر انہیں صدقِ دل سے دعائیں دیں اور اپنے رب کے فضل کے طالب بنیں، حقیقی کامیابی یہ نہیں کہ ہم دنیا کی نظروں میں کتنا اونچا مقام پاتے ہیں، بلکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ ہم بروزِ قیامت اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم کے ساتھ پیش ہوں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو حسد جیسی مہلک بیماری سے محفوظ رکھے اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور خیر خواہی پیدا فرمائے۔ آمین

ریلز (Reels) کا فتنہ اور ہماری زندگیاں: ایک لمحہ فکریہ

(شیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ کے خطاب سے لئے گئے اہم نکات)

تلخیص وپیشکش: ام محمد خوشنما مصلح الدین (جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ)

شیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ کا یہ خطاب موجودہ دور کے ایک انتہائی حساس، سنگین، خطرناک اور خاموش فتنہ ''ریلز (Reels) اور شارٹ ویڈیوز'' کی لت پر مبنی ہے، اس خطاب میں انہوں نے سوشل میڈیا کے اس جنون کا ہماری دنیاوی، خاندانی اور ایمانی زندگیوں پر پڑنے والے تباہ کن اثرات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اس ویڈیو کے کچھ اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) وقت ایک قیمتی سرمایہ اور محاسبۂ نفس: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [الحشر: ۱۸]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے اور (ہر وقت) اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے''۔

اس آیت کی روشنی میں محاسبۂ نفس ہر مسلمان پر لازم ہے، ہماری زندگی کے دن، رات اور لمحات ہمارا سرمایہ ہیں، انسان ہر لمحے یا تو جنت کما رہا ہے یا جہنم، یہاں تک کہ مباح (جائز) کاموں میں ضائع کیا گیا وقت بھی دراصل نقصان ہی ہے، کیونکہ اسے نیکیوں اور آخرت کی تیاری میں لگایا جا سکتا تھا، ہر انسان کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وقت کا کیا کر رہا ہے اور اسے کہاں لگا رہا ہے؟

(۲) ریلز کی لت (Addiction) اور ذہنی غلامی: آج کے دور میں ریلز دیکھنے کی عادت بالکل شراب یا کسی نشہ کی لت کی طرح ہو چکی ہے، لوگ بلاوجہ موبائل اٹھاتے ہیں اور گھنٹوں اسکرین کے حوالے کر دیتے ہیں، ہم غیر شعوری طور پر اپنے اسمارٹ فونز کے ذہنی غلام بن چکے ہیں۔

(۳) ذہنی یکسوئی (Concentration) کا خاتمہ: سوشل میڈیا اور ریلز نے انسان کے دماغ کی یکسوئی اور فوکس کو تباہ کر دیا ہے، اس کا منفی اثر عبادات، کاروبار اور تعلیمی معاملات پر پڑ رہا ہے، انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے یا کوئی ضروری کام کر رہا ہوتا ہے، لیکن اس کا دماغ مختلف خیالات میں الجھا رہتا ہے۔

اس ضمن میں شیخ حفظہ اللہ نے زمانۂ جاہلیت کے ایک اعرابی کا بڑا سبق آموز واقعہ بیان کیا ہے، وہ یہ کہ اس دور میں شراب نوشی عام تھی لیکن وہ اعرابی شراب نہیں پیتا تھا، جب اس سے پوچھا گیا کہ پورا زمانہ شراب پیتا ہے تم کیوں نہیں

پیتے ؟ تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"لا أشرب ما يشرب عقلي" یعنی میں وہ چیز نہیں پی سکتا جو میری عقل کو پی جائے۔[حدائق الأزهر للغرناطی:ص:۲۳]

آج اگر ہم اپنی عقل اور شعور کی حفاظت کرنا نہیں سیکھتے تو اس اعرابی سے بڑے نادان ہم ہیں، جس طرح شراب عقل کو ختم کرتی ہے، ریلز کا یہ نشہ خاموشی سے ہماری تخلیقی صلاحیتوں، یکسوئی اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کر رہا ہے۔

(۴) خاندانی رشتوں میں دوریاں اور دراڑیں: ریلز کی وجہ سے والدین اور بچوں، اور خصوصاً میاں بیوی کے درمیان دوریاں پیدا ہو رہی ہیں، لوگ ایک ہی کمرے میں جسمانی طور پر ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں لیکن ذہنی طور پر ایک دوسرے سے میلوں دور اپنی اپنی موبائل اسکرینز میں گم ہوتے ہیں، باہمی وقت نہ گزارنے کی وجہ سے رشتوں میں تلخیاں اور بعض اوقات نوبت میاں بیوی میں طلاق اور والدین و بچوں میں فراق وجدائی تک پہنچ رہی ہے۔

(۵) دینی ریلز اور قصہ گوئی کا فتنہ: یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ دین اور علماء کی ریلز دیکھنا سراسر فائدہ مند ہے، ریلز میں عام طور پر قرآن و حدیث اور فقہی مسائل بیان نہیں کئے جاتے، بلکہ زیادہ تر صرف قصے کہانیاں (Stories) بیان کی جاتی ہیں تاکہ لوگوں کی توجہ (Attraction) حاصل کی جا سکے، اس سے حقیقی علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ انسان صرف وقتی مزہ لیتا ہے۔

(۶) نظریاتی اور ثقافتی تبدیلی: یہ ریلز اور کہانیاں محض تفریح نہیں ہوتیں، بلکہ وہ غیر شعوری طور پر ایک خاص کلچر، طرزِ زندگی اور نظریہ آپ کے ذہن میں منتقل کر دیتی ہیں، مثال کے طور پر سوشل میڈیا پر میاں بیوی کی مثالی اور اسکرپٹڈ ویڈیوز دیکھ کر نوجوان بچیوں کے ذہن خراب ہو رہے ہیں، اور وہ حقیقی زندگی میں مردوں سے غیر حقیقت پسندانہ توقعات وابستہ کر رہی ہیں جس سے رشتے خراب ہو رہے ہیں۔

(۷) علم سے دوری اور وقت کا شدید ضیاع: ریلز دیکھنا اس تھیلے کی طرح ہے جس کے نچلے سرے میں سوراخ ہو، آپ اوپر سے جو بھی ڈالیں گے وہ نیچے سے ضائع ہوتا جائے گا، جو گھنٹوں ہم ریلز پر برباد کرتے ہیں، اگر وہی وقت کسی مستند عالم کا مکمل درس سننے یا قرآن وحدیث کے مطالعہ میں لگائیں تو ہماری زندگی بدل سکتی ہے۔

خلاصۂ کلام:

ہمیں چاہئے کہ اپنی زندگی کے اس قیمتی سرمایہ کو چند سیکنڈز کی ان ویڈیوز کی نذر ہونے سے بچائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس فتنے کے شر سے محفوظ رکھے، اور اپنے اوقات اور وسائل کا صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کے زیر اہتمام: ماہ ستمبر-2026 میں منعقد ہونے والے

انڈور/آؤٹ ڈور دروس واجتماعات کی جھلکیاں

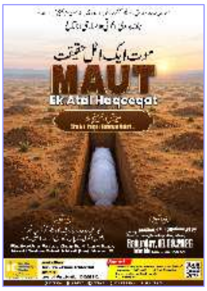

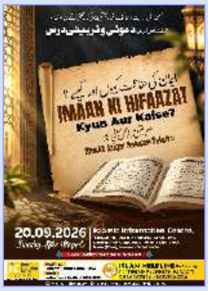

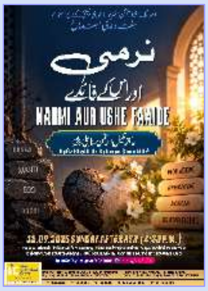

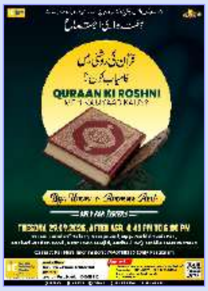

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

اعلان برائے آئی، آئی، سی، سالانہ کانفرنس

معاشرے کی پاکیزگی، حیا اور تحفظِ عفّت و عصمت کے متعلق اسلام کی جامع تعلیمات
کو عام کرنے اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی بے حیائی کو دور کرنے کے لیے

یک روزہ عظیم الشان کانفرنس بعنوان:

اسلام کا نظامِ عفّت

One Day IIC Annual Conference on

Islaam Ka Nizaam-e-Iffat

بتاریخ: ۲۲/نومبر-۲۰۲۶ء بروز اتوار

بمقام: جامع مسجد اہل حدیث، مومن پورہ، بائیکلہ، ممبئی-۱۱

مذکورہ تاریخ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے، **کانفرنس کی تفصیلات عنقریب منظر عام پر آئیں گی۔**
لہٰذا اہل ممبئی، ذمہ داران مساجد، جمعیت و جماعت سے اپیل کی جاتی ہے کہ سالانہ اجلاس یا کانفرنس کی ترتیب دیتے ہوئے
اس تاریخ کو پیشِ نظر رکھیں تا کہ اس کانفرنس کا انعقاد بحسن وخوبی کیا جاسکے۔

جزاکم اللہ خیرا وبارک فیکم

منجانب: اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

If Undelivered Please Return To
Ahlus Sunnah
Managed by: ILM Foundation
Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post

Printed, Published & Owned By: Saad Khalid Patel | Printed at: Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400013., Published at: 106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor: Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile: 8657458182